## ردِّ قادیانیت

# رسائل

• حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

# احتسابِ قادیانیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نام کتاب : احتساب قادیانیت

مصنفین : حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ شہید

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : مارچ ۲۰۱۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

# فہرست رسائل مشمولہ......احتساب قادیانیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

# عرض مرتب

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء۰ اما بعد!

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے احتساب قادیانیت کی جلد تینتالیس (۴۳) پیش خدمت ہے۔اس جلد میں:

۞...... حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ شہید (شہادت ۱۱؍مارچ ۲۰۱۰ء) ہمارے لئے بہت ہی قابل احترام رہنماء تھے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید کے بعد آپ کراچی مجلس کے امیر بنے۔ آپ سے حق تعالیٰ نے بہت کام لیا۔آپ کے ردقادیانیت پر چھ رسائل ملے۔

۱...... قادیانی گستاخیاں

۲...... قادیانی فریب

۳...... قادیانیت کا تعاقب

(اس میں عالمی مجلس کے چار رکنی وفد کی سری لنکا کے دورہ کی رپورٹ ہے)

۴...... قادیانیت کا تعاقب (وقت کی ایک اہم ضرورت)

۵...... جشن خلافت (قادیانی عقائد ونظریات کے آئینہ میں)

۶...... آئین پاکستان اور اعلیٰ عدالتوں کے خلاف ایک خطرناک سازش

(بسلسلہ رسائل ختم نبوت پر پابندی کا نوٹس)

یاد رہے کہ ان میں نمبر۴،۵ تقریباً نام ملتا جلتا ہے۔لیکن دونوں رسائل بالکل علیحدہ ہیں۔نمبر۶ یہ سازش پرویز مشرف کے عہد اقتدار میں ہورہی تھی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بر وقت احتجاج پر اللہ رب العزت نے کرم کیا کہ وہ بلاٹل گئی۔

گذارے۔ قادیانی جماعت کے کئی عہدوں پر کام کرتے رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی۔ آپ قادیانیت ترک کر کے علی الاعلان مسلمان ہوگئے۔ محمود آباد جہلم میں آپ کے خاندان کے دیگر کئی افراد نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ آپ نے محمود آباد جہلم میں مسجد و مدرسہ کے لئے جگہ وقف کی۔ جامعہ حنفیہ جہلم جو ہمارے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ کی یادگار ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ قاری خبیب احمد عمر اور اب حضرت جہلمیؒ کے پوتے اور حضرت قاری صاحب کے صاحبزادہ مولانا قاری محمد ابوبکر صدیق صاحب جامعہ حنفیہ کے مہتمم ہیں۔ جامعہ حنفیہ جہلم کے تحت محمود آباد جہلم کی اس جگہ پر جامع مسجد ختم نبوت اور مدرسہ خلفاء راشدین قائم ہیں۔ جو تبلیغ و ترویج اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب پروفیسر منور احمد ملک نے کھڑے پانی میں جو پتھر پھینکا تھا اس کی ایسی لہریں اٹھیں کہ محمود آباد جہلم میں کئی قادیانی گھرانے مسلمان ہوگئے۔ جناب پروفیسر منور احمد ملک نے قادیانی حضرات کی خیر خواہی و چشم کشائی کے لئے قادیانی جماعت کے حالات و واقعات پر مسلسل مضامین تحریر کئے۔ ان میں سے جو مضمون فقیر کو ملے وہ اس جلد میں شریک اشاعت ہیں۔ یہ مضامین بہت ہی اہم ہیں۔ ان مضامین کے عنوانات کی فہرست پر نظر دوڑائیں تو آپ بھی محسوس کریں گے۔ پروفیسر صاحب نے جنوری ۱۹۹۹ء کے رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کے جمعۃ الوداع پر حضرت قاری خبیب احمد عمر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے مضامین:

۷…… مضامین پروفیسر منور احمد ملک: کے نام پر اس جلد میں شامل اشاعت ہیں۔

۸…… جناب شیخ راحیل احمد صاحب جناب گڑ کے رہنے والے تھے۔ پھر جرمنی چلے گئے۔ آپ خاندانی قادیانی تھے۔ آپ نے پچاس سال سے زائد کا عرصہ قادیانیت میں گذارا۔ آپ قادیانی جماعت کے مختلف ذمہ دار عہدوں پر بھی براجمان رہے۔ آپ نے قادیانیت کو ترک کیا تو ایک ویب سائٹ قائم کی۔ اس پر قادیانیوں کے خلاف کئی مضامین تحریر کئے جو اس جلد میں شائع کئے جارہے ہیں۔ ان کی تفصیل اس جلد کی فہرست میں دیکھ لی جائے۔ غرض ان کے مضامین:

۸…… مضامین شیخ راحیل احمد صاحب: کے نام پر شامل اشاعت ہیں۔
اسی طرح شیخ صاحب کا ایک رسالہ جس کا نام

۹…… شیخ راحیل احمد (سابق قادیانی) مقیم حال جرمنی کے قلم سے لکھا ہوا قادیانی مربیان کرام کے نام اس جلد میں شامل اشاعت ہیں۔

جناب شیخ راحیل صاحب نے جب اسلام قبول کیا تو جناب گھر بھی تشریف لائے۔ ایک دن ملنے کے لئے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر تشریف لائے۔ وہ شعبان المبارک کا دن تھا۔ اس دن مدرسہ میں رد قادیانیت کورس کا آغاز ہو رہا تھا۔ انہوں نے سینکڑوں علماء طلباء کو دیکھا تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ سے ان کے برادرانہ تعلقات قائم ہوگئے تھے۔ فقیر نے چیمہ صاحب سے مرحوم کی تاریخ وفات اور بقیہ رسائل و مضامین کی بابت درخواست کی۔ وعدہ تو کیا مگر وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو۔ اسی میں شرب آخرت کی کیا حکمت ہوگی۔ محض رضائے الٰہی کے لئے جو فقیر کو علاوہ شامل اشاعت کردیا۔ بہت ہی شکرگزار ہوں اپنے مخدوم و واجب الاکرام جناب عزت خان صاحب جو برطانیہ میں رہتے ہیں اور رد قادیانیت کے کام کے اس خطہ انگلستان میں سرخیل ہیں۔ بھرپور خدمات رکھتے ہیں۔ فقیر کی استدعا پر آپ نے جناب راحیل صاحب کی ویب سائٹ پر جو مضامین تھے ان کا پرنٹ عنایت کیا۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ تمام مضامین احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شامل ہوگئے۔ ان مضامین میں چند مضامین ایسے ہیں کہ جناب اسماعیل صاحب کے بھی تھے جو کہ سابق قادیانی ہیں۔ ان کو بھی فقیر نے ان مضامین میں شامل رہنے دیا۔

۱۰...... رسالہ جا چلیہ (حصہ سوم): یہ رسالہ جناب فیض اللہ صاحب گجراتی کا ہے۔ اس کے چار حصے تھے۔ حصہ اوّل، دوم اور چہارم نہ مل سکے۔ یہ رسالہ مرزا قادیانی کی قرآن مجید کی تحریفات کے عنوان پر لکھا گیا۔ اچھی محنت کی ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل نہ مل سکی۔

غرض اس جلد ۴۴ میں:

۱...... حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید کے ۶ رسائل

۲...... جناب پروفیسر منور احمد ملک کا مجموعہ مضامین ۱ عدد

۳...... جناب شیخ راحیل احمد جرمنی کا مجموعہ مضامین و رسالہ ۲ عدد

۴...... جناب فیض اللہ صاحب گجاروہ گجرات کا ۱ رسالہ

کل چار حضرات کے دس عدد کتب و رسائل شامل اشاعت ہیں۔ اچھا تو اگلی جلد تک کے لئے اجازت چاہتا ہوں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۴ رجمادی الاوّل ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۲۸ مارچ ۲۰۱۲ء

# قادیانی گستاخیاں

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

"الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ"

گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رفیق کار اور سیالکوٹ کے مبلغ مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کا ایک مکتوب موصول ہوا۔ جس کے ساتھ بے نام کا ایک سوال نامہ بھی منسلک تھا۔ اس سوال نامے میں پوری امت مسلمہ، دنیا بھر کے مسلمانوں، اسلام کے نام لیواؤں اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں کو مخاطب کر کے اس کے جواب کا مطالبہ تھا۔

یہ بھی مولانا فقیر اللہ اختر صاحب ہی کے خط سے معلوم ہوا کہ یہ سوال نامہ کینیڈا کے قادیانیوں نے کینیڈا میں رہائش پذیر ایک مسلمان نوجوان کو دیا اور کہا کہ اس کا جواب دو۔ چنانچہ وہ سوال نامہ پھرتا پھراتا مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے راقم الحروف سے اس کے جواب کی فرمائش کی۔

بلاشبہ مجھے اس کا پہلے بھی علم، بلکہ یقین تھا کہ قادیانیت، اسلام کی ضد ونقیض ہے اور جس طرح آگ و پانی اور دن ورات کا اجتماع محال ہے۔ ٹھیک اسی طرح قادیانیت اور اسلام کا اکٹھا ہونا بھی محال ہے۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ قادیانی سیدھے سادے مسلمانوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے نام سے دھوکا دیتے ہیں۔ ورنہ انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے جتنا بغض، عداوت اور نفرت ہے شاید ہی دنیا کے کسی بدترین کافر ومشرک کو ان سے اتنا بغض وعداوت ہو۔

بلاشبہ اس خط کو پڑھنے کے بعد قادیانی امت کی اسلام دشمنی اور نبی امی ﷺ سے ان کی دلی نفرت وعداوت کم از کم میرے لئے علم الیقین سے نکل کر عین الیقین کے درجے میں آگئی۔

یقین جانئے! کہ اگر اس سوال نامے کے ساتھ مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کا تعارف نامہ اور قادیانیوں کے روایتی سوالات نہ ہوتے تو شاید دوسرے سیدھے سادے مسلمانوں کی طرح، میں بھی اس کو کسی متعصب عیسائی، یہودی، پرلے درجے کے کسی ملحد، اسلام دشمن کافر اور مشرک کی دریدہ دہنی قرار دیتا۔

بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اس سوال نامے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کا وہ طبقہ، جو قادیانی دجل، فریب، الحاد، زندقہ اور ان کے گھناؤنے کردار سے ناآشنا تھا۔ یا ان کے منافقانہ ظاہری "حسن اخلاق" سے متاثر تھا۔ کم از کم اس کے سامنے قادیانیت کی اسلام دشمنی اور

پیغمبر اسلام سے ان کا بغض وعداوت کھل کر سامنے آجائے گی۔

ہمارے خیال میں قادیانیوں کے مکروہ چہرے کی اس نقاب کشائی کے بعد کم از کم قادیانی، کسی کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے نام پر دھوکا نہیں دے سکیں گے۔ لیجئے! پہلے مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کا خط اور مسیلمہ کذاب کے جانشین، مسیلمۂ پنجاب کے نام لیواؤں کا متعفن اور بدبودار سوال نامہ پڑھئے:

مخدومی ومکرمی جناب حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔ گزارش یہ ہے کہ ایک تحریر حاضر خدمت ہے۔ کینیڈا میں ہمارے ایک مسلمان بچے کو یہ تحریر مرزائیوں/ قادیانیوں نے دی ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر اس کے ترتیب وار جامع، موزوں اور پراثر جوابات تحریر فرمادیں اور اس کی ایک کاپی مجھے بھیج دیں تاکہ اسے کینیڈا بھیج کر اپنے مسلمان بھائیوں کو قادیانی فتنے سے بچایا جاسکے اور ان کے ذہنوں کو اس گندگی سے بچایا جاسکے۔ امید ہے کہ آپ شفقت فرمائیں گے۔ مزید یہ کہ اگر کینیڈا میں ہماری جماعت کا کوئی اہم کارکن یا عہدیدار ہو تو اس کا نام، پتا اور فون نمبر ارسال کردیں تاکہ ہمارے مسلمان بھائی ان سے راہنمائی حاصل کرسکیں۔ والسلام!

دعا گو: فقیر اللہ اختر

خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ

## قادیانیوں کا سوال نامہ

۱...... ”لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت کی ضرورت صدیوں رہی اور اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں پیغمبر بھیجے تو آخر کیا وجہ ہے کہ ایک لاکھ تیس ہزار پیغمبر بھیجنے کے بعد حضرت محمد ﷺ پر ہی نبوت ختم کردی گئی؟ کیا بعد میں آنے والی صدیوں میں لوگوں کو ہدایت وراہنمائی کی ضرورت نہیں تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے رہتی دنیا تک اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے خود ہی آخری نبی ہونے کا دعویٰ کردیا ہو؟“

۲...... ”جب حضرت محمد ﷺ اور ان کے پیروکار اپنا آبائی مذہب تبدیل کرکے مسلمان ہوسکتے ہیں تو ایک مسلمان کیوں اپنا مذہب تبدیل نہیں کرسکتا؟ دوسرا مذہب اختیار کرنے پر اسے مرتد قرار دے کر اس کے قتل کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ کیا اس حکم سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ مذہبی تبدیلی کی اجازت دینے سے حضرت محمد ﷺ کو مسلمانوں کی تعداد میں کمی کا خدشہ تھا؟ کیا یہ حکم اس امر کا

غماز نہیں ہے کہ حضرت نے مذہب کے فروغ کے لئے ''اسلام بذریعہ تبلیغ'' کے بجائے ''خاندانی یا موروثی اسلام'' کو ترجیح دی؟ کیونکہ بذریعہ آبادی اسلام پھیلانے کا یہ سب سے آسان اور مؤثر فارمولا تھا۔ جیسے جیسے آبادی بڑھے گی، مسلمان خود بخود بڑھتے چلے جائیں گے۔ جو تبدیلی چاہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ کیا یہ انصاف کے تقاضوں کے منافی نہیں؟''

۳...... ''حضرت محمد ﷺ نے اپنے خاندان یعنی آل رسول کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے کیوں منع کیا ہے؟ کیا اس سے خاندانی بڑائی اور تکبر کی نشاندہی نہیں ہوتی؟ کیا رسول کا خاندان افضل اور باقی سب کمتر ہیں؟ بحیثیت انسان میں خاندانی افضیلت یا بڑائی تسلیم نہیں کرتا۔ خود حضرت محمد کا قول ہے کہ تم میں افضل وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہیں تو پھر یہ قول ان کے اپنے خاندان پر کیوں لاگو نہیں ہوتا؟''

۴...... ''حضرت محمد ﷺ نے جہاد کا حکم کیوں دیا؟ جہاد کو اسلام کا پانچواں ضروری رکن کیوں قرار دیا؟''

۵...... ''مال غنیمت کے طور پر دشمن کی عورتیں مسلمانوں کے لئے کیوں حلال قرار دیں؟ کیا عورتیں انسان نہیں، بھیڑ بکریاں ہیں؟ جنہیں مال غنیمت کے طور پر بانٹا جائے اور استعمال کیا جائے؟''

۶...... مذہب کے نام پر قتل و غارت گری کو جہاد قرار دے کر اسے اسلام کا پانچواں بنیادی رکن بنانے کی سزا ماضی کے لاکھوں، کروڑوں معصوم انسان بے شمار جنگوں کے نتیجے میں اپنی جان مال سے محروم ہو کر بھگت چکے ہیں اور عراق، افغانستان جنگ کی شکل میں آج بھی بھگت رہے ہیں۔ آخر اس ''جہاد'' کو بذریعہ اجتہاد ''جارحیت'' کے بجائے ''دفاع'' کے لئے کیوں استعمال نہیں کیا جاتا؟

۷...... حضرت محمد ﷺ نے مرد کے مقابلے میں عورت کی گواہی آدھی کیوں قرار دی؟

۸...... والدین کی جائیداد سے عورت کو مرد کے مقابلے میں آدھا حصہ دینے کا کیوں حکم دیا؟ کیا عورت، مرد کے مقابلے میں کمتر ہے؟

۹...... حضرت محمد ﷺ نے خود نو شادیاں کیں اور باقی مسلمانوں کو چار پر قناعت کرنے کا حکم دیا؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟

۱۰...... شریعت محمدی میں مرد اگر تین بار طلاق کا لفظ ادا کر کے ازدواجی بندھن سے فوری آزادی حاصل کر سکتا ہے تو اسی طرح عورت کیوں نہیں کر سکتی؟

۱۱...... حضرت محمد ﷺ نے حلالہ کے قانون میں عورت کو کسی بے جان چیز یا بھیڑ بکری کی طرح استعمال کئے جانے کا طریقہ کار کیوں وضع کیا ہے؟ طلاق مرد دے اور دوبارہ رجوع کرنا چاہے تو عورت پہلے کسی دوسرے آدمی کے نکاح میں دی جائے۔ وہ دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ جنسی عمل سے گزرے، پھر اس دوسرے شخص کی مرضی ہو۔ وہ طلاق دے تو عورت دوبارہ پہلے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے۔ یعنی اس پورے معاملے میں استعمال عورت کا ہی ہوا۔ مرد کا کچھ بھی نہیں بگڑا، اس میں کیا رمز پوشیدہ ہے؟

۱۲...... حضرت محمد ﷺ نے قصاص و دیت کا قانون کیوں وضع کیا؟ مثال کے طور پر اگر میں قتل کر دیا جاتا ہوں اور میرے اپنی بیوی یا بہن بھائیوں سے اختلافات ہیں تو لازماً ان کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ میرے بدلے میں زیادہ سے زیادہ خون بہا لے کر میرے قاتل سے صلح کر لیں اور باقی عمر عیش کریں۔ میں تو اپنی جان سے گیا۔ میرے قاتل کو پیسوں کے عوض یا اس کے بغیر معاف کرنے کا حق کسی اور کو کیوں تفویض کیا گیا؟ کیا اس طرح سزا سے بچ جانے پر قاتل کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی؟ کیا پیسے کے بل بوتے پر وہ مزید قتل و قتال کے لئے اس معاشرے میں آزاد نہیں ہوگا؟ پچھلے دنوں سعودی عرب میں ایک شیخ، ایک پاکستانی کو قتل کر کے سزا سے بچ گیا۔ کیونکہ مقتول کے اہل خانہ نے کافی دینار لے کر قاتل کو معاف کر دیا تھا۔ اس قانون کے نتیجے میں صرف وہ قاتل سزا پاتا ہے جس کے پاس قصاص کے نام پر دینے کو کچھ نہ ہو۔ پاکستان ہی کی مثال لے لیں۔ قیام سے لے کر اب تک، با حیثیت افراد میں سے صرف گنتی کے چند اشخاص کو قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا ملی۔ وہ بھی اس وجہ سے کہ مقتول کے ورثاء قاتل کی نسبت کہیں زیادہ دولت مند تھے۔ لہٰذا انہوں نے خون بہا کی پیشکش ٹھکرا دی۔ اس قانون کا افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ جب کوئی باحیثیت شخص کسی کا قتل کر دیتا ہے تو قاتل کے اہل و عیال و رشتہ دار، مقتول کے ورثاء پر طرح طرح سے دباؤ ڈالتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں۔ جس پر ورثاء قاتل کو معاف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کیا حضرت محمد ﷺ نے اس قانون کو وضع کر کے ایک امیر شخص کو براہ راست "قتل کا لائسنس" جاری نہیں کیا؟

۱۳...... اور اسی طرح کے بے شمار سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیا ان کے بارے میں پوچھنا توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے؟

۱۴...... جو حضرات "ہاں" کہیں گے۔ ان سے صرف یہی عرض کر سکتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ جب ایک رات میں ساتوں آسمانوں کی سیر کر سکتے ہیں۔ چاند کو دو ٹکڑے کر سکتے ہیں۔ اتنے

بڑے مذہب کے بانی اور خدا کے سب سے قریبی نبی ہیں تو کیا وہ خود مجھے ان سوالات کی پاداش میں مناسب سزا نہیں دے سکتے؟ اگر ہاں! تو اے میرے مسلمان بھائیو! مجھ پر اور میری طرح کے دیگر انسان مسلمانوں پر رحم کرو اور حضرت محمد ﷺ کو موقع دو کہ وہ خود ہی ہمارے لئے کچھ نہ کچھ مناسب سزا تجویز فرمادیں گے۔

۱۵...... یاد رکھو! ایک مسلمان کا خون دوسرے پر حرام ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ ایک مسلمان کو صرف اس کی سوچ اور عقائد کی بناء پر کافر قرار دے دے۔ یہ تو تھا اسلامی فرمان، اب ایک انسانی فرمان سن لیں کہ: "دنیا کے کسی بھی مذہب سے کہیں زیادہ انسانی جان قیمتی ہے۔" وما علینا الا البلاغ!

اس غلاظت نامے کی خواندگی کے بعد ایک سچے مسلمان اور عاشق رسول کے دل کی کیا کیفیت ہوگی؟ ہر مسلمان اس کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔ تاہم مسلمانوں کو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ سانپ کا کام ڈسنا اور بچھو کی سرشت ڈنک مارنا ہی ہے۔ اس لئے جو لوگ قادیانی کفر سے آشنا ہیں۔ ان کو یقیناً اس پر کچھ زیادہ تعجب نہیں ہوگا۔ ہاں! البتہ جو لوگ قادیانیت کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار تھے یا وہ قادیانیت کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ نتھی کرنے کی غلطی کے مرتکب تھے۔ بلاشبہ ان کو اس تحریر سے اپنی غلط فہمی کا شدید احساس ہوا ہوگا۔ بلکہ بدترین دھچکا لگا ہوگا۔

اگرچہ قادیانی سوالات شروع میں یک جا آ گئے ہیں۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر جواب سے پہلے متعلقہ سوال نقل کر کے اس کا جواب درج کیا جائے تا کہ سوال و جواب دونوں قاری کے ذہن میں مستحضر رہیں۔ چنانچہ اس سوال نامے کا پہلا سوال تھا۔

## حضرت محمد ﷺ ہی خاتم النبیین کیوں؟

۱...... "لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت کی ضرورت صدیوں رہی اور اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں پیغمبر بھیجے تو آخر کیا وجہ ہے کہ ایک لاکھ تیس ہزار پیغمبر بھیجنے کے بعد حضرت محمد ﷺ پر ہی نبوت ختم کر دی گئی؟ کیا بعد میں آنے والی صدیوں میں لوگوں کو ہدایت وراہنمائی کی ضرورت نہیں تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے رہتی دنیا تک اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے خود ہی آخری نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہو؟"

جواب...... یہ قادیانیوں کا پرانا اور گھسا پٹا سوال ہے اور اس کا متعدد اکابر نے مختلف انداز میں جواب دیا ہے۔ مگر جس کو نہ ماننا ہو۔ اس کا اشکال کبھی بھی ختم نہیں ہوسکتا۔ تاہم اس سلسلے میں عرض

ہے کہ: ’’بلاشبہ ہر دور میں امت کو ہدایت وراہنمائی کی ضرورت رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے امت کی راہنمائی کے لئے نبی بھیجے اور جب تک امت کو نبی کی راہنمائی کی ضرورت رہی۔ اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے نبی بھیجتے رہے۔ لیکن جوں ہی نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کو ختم نبوت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا گیا اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ اب مزید کسی دوسرے شخص کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور ارشاد فرمادیا کہ: ’’ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئ علیما (الاحزاب: ۴۰) ‘‘ ﴿محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔﴾‘‘

اس ارشاد الٰہی سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا اعلان حضرت محمد ﷺ نے ازخود نہیں فرمایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بہ نفس نفیس اس کا اعلان فرمایا ہے۔ اس لئے قادیانیوں کا یہ کہنا کہ: ’’کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے رہتی دنیا تک اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے خود ہی آخری نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہو؟‘‘ سراسر ہرزہ سرائی اور آنحضرت ﷺ کی ذات عالی پر بہتان وافتراء ہے۔

صرف یہی ایک آیت نہیں، بلکہ قریب قریب ایک سو سے زائد آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو ’’ختم نبوت کامل‘‘ مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ!

رہی یہ بات کہ اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت کیوں نہیں رہی؟ اور آپ کو آخری نبی کیوں قرار دیا گیا؟ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں خود ارشاد فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کی ضرورت وعدم ضرورت کی حکمت کو خوب جانتے ہیں۔ اس پر کسی کو لب کشائی کی اجازت نہیں۔ لہٰذا اب قادیانیوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست پوچھیں، اس کی قوت قاہرہ کی آہنی دیوار سے اپنا سر پھوڑیں اور احتجاج کریں کہ آپ نے حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی کیوں قرار دیا؟

الغرض قادیانیوں کا یہ اعتراض مسلمانوں یا حضرت محمد ﷺ کی ذات پر نہیں۔ بلکہ براہ راست قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

چلئے! اگر ایک لمحے کے لئے قادیانیوں کا یہ سوال صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو کیا کل کلاں کسی کو اس کا حق بھی ہوگا کہ وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پہلے اور نوح، شیث ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعد میں کیوں مبعوث فرمایا؟ اسی طرح کیا نعوذ باللہ! کسی کو یہ

کہنے کا حق بھی ہوگا؟ کہ: ''کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رہتی دنیا تک اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے خود ہی اللہ کے خلیفہ اور انسانیت کے باپ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہو؟''

اگر کسی کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی..... اور یقیناً نہیں دی جاسکتی تو کسی کو حضور ﷺ کی ختم نبوت کے خلاف لب کشائی کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے؟ قادیانیو! اگر ہمت ہے تو اس کا جواب دو، ورنہ اس ہرزہ سرائی کے بعد کھلا اعلان کرو کہ ہمارا قرآن، حدیث، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں ہے۔

۲..... نئے نبی، نئی شریعت اور نئی کتاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب پہلے نبی کی نبوت، دین، شریعت اور کتاب منسوخ ہو جائے۔ جب کہ حضرت محمد ﷺ کا دین، کتاب، نبوت اور شریعت قیامت تک کے لئے ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

۱..... ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (المائدہ:۳)'' ﴿آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔﴾

۲..... ''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون (الحجر:۹)'' ﴿ہم نے ہی اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔﴾

۳..... ''وما ارسلنك الا رحمة للعلمین (الانبیاء:۱۰۷)'' ﴿اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کی جہان کے لوگوں پر۔﴾

۴..... ''یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً (الاعراف:۱۵۸)'' ﴿اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔﴾

۵..... ''وما ارسلنك الا کافة للناس بشیراً ونذیرا (سبا:۲۸)'' ﴿اور جو تجھ کو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو۔﴾

۶..... ''ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه (آل عمران:۸۵)'' ﴿اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔﴾

ان تمام آیات میں جب آنحضرت ﷺ کے دین وشریعت مدار نجات، آپ ﷺ پر نازل کی گئی کتاب کی قیامت تک حفاظت، صیانت، آپ ﷺ کی ذات کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے رحمت اور آپ ﷺ کو سب انسانوں کے لئے نبی، رسول، بشیر اور نذیر بنا کر بھیجے جانے کا اعلان فرمایا گیا تو معلوم ہوا کہ جس طرح امت کو صدیوں سے نبی ورسول کی ہدایت

وراہنمائی کی ضرورت تھی، آج بھی برقرار ہے اور اس کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی نبوت، رسالت، دین، شریعت اور کلام الٰہی یعنی قرآن پاک کی شکل میں فرما رکھا ہے۔

۳...... اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ پہلے انبیاء اور ان کی شریعتوں کی مثال چراغ کی تھی اور آنحضرت ﷺ کی نبوت وشریعت کی مثال سورج کی ہے اور جب سورج نکل آتا ہے تو نہ صرف یہ کہ سارے چراغ بے نور ہو جاتے ہیں بلکہ ان کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا اگر سورج نکلنے کے بعد کوئی ''عقل مند'' یہ کہے کہ: ''اب چراغ کیوں نہیں جلائے جاتے؟ اور انسانیت کی راہنمائی کے لئے چراغوں سے روشنی کیوں نہیں حاصل کی جاتی؟ اور سورج کی موجودگی میں چراغوں سے روشنی حاصل نہ کرنا انسانیت کو روشنی سے محروم رکھنے کی سازش کے مترادف ہے۔'' بتلایا جائے کہ ایسے ''عقل مند'' کو کیا نام دیا جائے گا؟ اور اس شخص کے اس ''حکیمانہ مشورہ'' کو مانا جائے گا؟ یا اسے کسی دماغی ہسپتال میں داخل کیا جائے گا؟

۴...... ایک لمحے کے لئے اگر قادیانی بزرجمہروں کی اس برخود غلط دل سوزی کو مان بھی لیا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ اگر واقعی اس کی ضرورت تھی تو آنحضرت ﷺ کی رحلت کے بعد اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت سے پیشتر کی تیرہ صدیاں اس سے خالی کیوں گزریں؟ اور اس طویل ترین دور میں امت کو نئے نبی کی ضرورت کیوں محسوس نہیں ہوئی؟ اسی طرح پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد قادیانی امت کو اس ''خیر'' سے کیوں محروم رکھا گیا؟ اور قادیانیوں کو غلام احمد قادیانی کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت کیوں محسوس نہ ہوئی؟

۵...... اگر انسانیت کی راہنمائی کے لئے نبوت کی ضرورت تھی، تو نئی نبوت کے ساتھ ساتھ نئی شریعت کی ضرورت کیوں محسوس نہ کی گئی؟ اس لئے اگر نبوت شریعت کی ضرورت تھی تو پھر چشم بددور مرزا غلام احمد قادیانی نے ظلی اور بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیوں کیا؟ کھل کر صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کیا؟ ''ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین (البقرہ:۱۱۱)''

## اسلام ترک کرنے والے کے خلاف ہی سزائے ارتداد کیوں؟

۶...... ''جب حضرت محمد ﷺ اور ان کے پیروکار اپنا آبائی مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو سکتے ہیں تو ایک مسلمان کیوں اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا؟ دوسرا مذہب اختیار کرنے پر اسے مرتد قرار دے کر اس کے قتل کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ کیا اس حکم سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ مذہبی تبدیلی کی اجازت دینے سے حضرت محمد ﷺ کو مسلمانوں کی تعداد میں کمی کا خدشہ تھا۔ کیا یہ حکم اس امر کا غماز نہیں ہے کہ حضرت نے مذہب کے فروغ کے لئے ''اسلام بذریعہ تبلیغ'' کے بجائے ''خاندانی یا

موروثی اسلام" کو ترجیح دی۔ کیونکہ بذریعہ آبادی اسلام پھیلانے کا یہ سب سے آسان اور مؤثر فارمولا تھا۔ جیسے جیسے آبادی بڑھے گی مسلمان خود بخود بڑھتے چلے جائیں گے۔ جو تبدیلی چاہے اسے قتل کر دیا جائے۔ کیا یہ انصاف کے تقاضوں کے منافی نہیں؟"

جواب...... دین و مذہب کی تبدیلی پر سزائے ارتداد کے اسلامی قانون پر اگر کسی کو بالفرض اعتراض کا حق ہوتا تو اس کے حقدار وہ لوگ تھے جو کسی آسمانی دین مذہب کے پیروکار ہوتے یا ان کے دین و مذہب کی کوئی اساس و بنیاد ہوتی۔ جیسے یہود و نصاریٰ وغیرہ۔ رہے وہ لوگ جن کے دین و مذہب کی کوئی اساس و بنیاد ہی نہیں ہے۔ بلکہ ان کا وجود ہی بر خود غلط ہے۔ ان کو اس بحث میں حصہ لینے یا اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟

۲...... کیا کسی ملک کی قانون ساز اسمبلی اور عوام کے نمائندہ ایوان کی جانب سے جارح اقوام، افراد، چوروں اور ڈاکوؤں کے خلاف قانون سازی پر، چوروں اور ڈاکوؤں یا جارح اقوام کو یہ حق دیا جائے گا کہ وہ یہ اعتراض کریں کہ ہمارے خلاف قانون کیوں بنایا گیا ہے؟ اور ہماری آزادی پر قدغن کیوں لگائی گئی ہے؟ یا اسی طرح ملک کے اچکوں، بدمعاشوں اور سماج دشمنوں کو یہ حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ ہماری چوری، بدمعاشی اور ڈاکہ زنی پر سزا کا قانون پاس ہوا ہے تو چوری، ڈکیتی اور بدمعاشی سے توبہ کرنے والوں کے خلاف بھی سزا کا قانون بنایا جائے؟ لہٰذا جس طرح جارح اقوام، چوروں، ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کو، ان کی بدمعاشی اور بدامنی کے خلاف قانون سازی پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں، ٹھیک اسی طرح سارقین نبوت، مرتدوں اور زندیقوں کے خلاف قانون ارتداد کی ترتیب و نفاذ پر، ان مرتدین کو بھی دین و دیانت اور عقل و شریعت کی رو سے کسی قسم کے اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ بلکہ ان کا تحفظ، چوروں، بدمعاشوں اور ڈاکوؤں کے تحفظ کے مترادف اور ان کی سرکوبی بدمعاشوں کی سرکوبی کی مانند ہے۔

۳...... جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہودی اور عیسائی اپنا مذہب بدل کر مسلمان ہوں تو ان پر سزائے ارتداد کا اجراء نہیں ہوتا، تو...... نعوذ باللہ! مسلمانوں کے مرتد ہو کر یہودی، عیسائی یا کسی دوسرے دین کو اپنانے پر یہ سزا کیونکر جاری ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ:

الف...... بائبل میں بھی مرتد ہونے والے کی سزا قتل ہی ہے۔ چنانچہ خروج باب ۲۲، آیت ۲۰ میں ہے: "جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے وہ بالکل نابود کر دیا جائے۔"

ب...... جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ یہودی، عیسائی یا دوسرے مذاہب کے لوگ اپنا

مذہب بدلیں تو ان پر سزائے ارتداد کیوں جاری نہیں کی جاتی؟ اصولی طور پر ہم اس سوال کا جواب دینے کے مکلف نہیں ہیں۔ بلکہ ان مذاہب کے ذمہ داروں، بلکہ ٹھیکے داروں کا فرض ہے کہ وہ اس کا جواب دیں۔

تاہم قطع نظر اس کے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ طرزِ عمل صحیح ہے یا غلط؟ اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ دنیائے عیسائیت اور یہودیت بھی اپنے باطل ومنسوخ شدہ دین کے بارے میں شدید تعصب کا شکار ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ اپنے دین ومذہب کے معاملے میں تنگ نظر اور متعصب نہ ہوتی تو آج دنیا بھر کے مسلمان اور امت مسلمہ، ان کے ظلم وتشدد کا نشانہ نہ ہوتی؟

اس سے ذرا اور آگے بڑھئے! تو یہودیت کے تعصب کا اس سے بھی اندازہ ہوگا کہ انبیائے بنی اسرائیل کا قتل ناحق، ان کی اسی تنگ نظری کا شاخسانہ اور تشدد پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ورنہ بتلایا جائے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا اس کے علاوہ کون سا جرم تھا؟ صرف یہی ناں کہ وہ فرماتے تھے کہ پہلا دین وشریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمارے ذریعہ نیا دین اور نئی شریعت آچکی ہے اور اسی میں انسانیت کی نجات اور فوز وفلاح ہے۔

اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں کے ذمے قرض ہے، وہ بتلائیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کو کیوں قتل کیا گیا؟ آخر ان معصوموں کا کیا جرم تھا؟ اور کس جرم کی پاداش میں ان کا پاک وپاکیزہ اور مقدس لہو بہایا گیا؟

اس کے علاوہ یہ بھی بتلایا جائے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے قتل اور ان کے سولی چڑھائے جانے کے منصوبے کیوں بنائے گئے؟

مسلمانوں کو تنگ نظر اور سزائے ارتداد کو ظلم کہنے والے پہلے ذرا اپنے دامن سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور لاکھوں مسلمانوں کے خون ناحق کے دھبے صاف کریں اور پھر مسلمانوں سے بات کریں۔

ج...... یہ تو طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وراہنمائی کے لئے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور رسل علیہم السلام بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تو اس کی انتہاء تکمیل اور اختتام حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات پر ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے دین وشریعت اور کتب کی کیفیت یکساں تھی یا مختلف؟

اگر بالفرض تمام انبیائے کرام کی شریعتیں ابدی وسرمدی تھیں تو ایک نبی کے بعد دوسرے نبی اور ایک شریعت کے بعد دوسری شریعت کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟

مثلاً اگر حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت ابدی وسرمدی تھی اور اس پر عمل نجات آخرت کا ذریعہ تھا تو اس وقت سے لے کر آج تک تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کا تابع ہونا چاہئے تھا۔اگر ایسا ہے تو پھر یہودیت وعیسائیت کہاں سے آ گئی؟

لیکن اگر بعد میں آنے والے دین،شریعت،کتاب اور نبی کی تشریف آوری سے، پہلے نبی کی شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی تھی......جیسا کہ حقیقت بھی یہی ہے تو دوسرے نبی کی شریعت اور کتاب کے آ جانے کے بعد سابقہ شریعت اور نبی کی اتباع پر اصرار وتکرار کیوں؟

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جب دوسرا نبی،شریعت اور کتاب آ جائے اور پہلا دین، شریعت اور کتاب منسوخ ہو جائے تو اس منسوخ شدہ دین،شریعت،کتاب اور نبی کے احکام پر عمل کرنا یا اس پر اصرار کرنا خود بہت بڑا جرم اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک کے قانون میں ترمیم کر دی جائے یا اس کو سرے سے منسوخ کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسرا جدید آئین وقانون نافذ کر دیا جائے۔اب اگر کوئی عقل منداس نئے آئین وقانون کی بجائے منسوخ شدہ دستور قانون پر عمل کرتے ہوئے نئے قانون کی مخالفت کرے تو اسے قانون شکن کہا جائے گا یا قانون کا محافظ وپاسبان؟

لہٰذا اگر کسی ملک کا سربراہ ایسے عقل مند کو رائج ونافذ جدید آئین وقانون کی مخالفت اور اس سے بغاوت کی پاداش میں باغی قرار دے کر بغاوت کی سزا دے تو اس کا یہ فعل ظلم وتعدی ہوگا؟ یا عدل وانصاف؟ کیا ایسے موقع پر کسی عقل مند کو یہ کہنے کا جواز ہوگا کہ اگر جدید آئین وقانون کو چھوڑنا بغاوت ہے تو منسوخ شدہ آئین وقانون کو چھوڑنا کیونکر بغاوت نہیں؟ اگر جدید آئین سے بغاوت کی سزا موت ہے تو قدیم ومنسوخ شدہ آئین کی مخالفت پر سزائے موت کیونکر نہیں؟

و...... جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ادیان اور ان کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔اس سلسلے میں گزشتہ سطور میں عقلی طور پر ثابت کیا جا چکا ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں پر عمل باعث نجات نہیں،ورنہ نئے دین،نئی شریعت اور نئے نبی کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟ تاہم سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے بعد آنے والے دین وشریعت اور نبی کی آمد سے متعلق اپنی امت کو بشارت دی ہے اور ان کی اتباع کی تلقین بھی فرمائی ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:"**واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما**

اٰتیتکم من کتٰب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (آل عمران:۸۱) ''﴿اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم، پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔﴾

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت انجیل کے علاوہ خود قرآن کریم میں بھی موجود ہے کہ: ''ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد (الصف:۶) ''﴿اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد، اس کا نام ہے احمد۔﴾

اسی طرح بائبل میں (استثناء باب ۱۸) میں ہے: ''خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی سننا۔''

اس طرح اسی باب میں مزید ہے: ''اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔'' (استثناء باب ۱۸، آیت ۱۷، ۱۸)

چنانچہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ میری نبوت اور دین وشریعت قیامت تک کے لئے ہے اور میں قیامت تک کا نبی ہوں۔ دنیائے یہودیت وعیسائیت کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کسی نبی نے ایسا فرمایا ہے تو اس کا ثبوت لاؤ۔ ''قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین '' ہمارا دعویٰ ہے کہ صبح قیامت تک کوئی یہودی اور عیسائی اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکے گا۔

جب کہ اس کے مقابلے میں آقائے دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا اور آپ ﷺ کو اللہ کا آخری نبی اور خاتم النبیین فرمایا گیا۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

۱...... ''قل یایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جیمعاً (الاعراف:۱۵۸) ''﴿تو کہہ: اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔﴾

۲...... ''وما ارسلنٰك الا رحمة للعلمین (الانبیاء:۱۰۷) ''﴿اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کی جہان کے لوگوں پر۔﴾

۳...... ''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین

(الاحزاب:۴۰) ''﴿محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول ہے اللہ کا اور خاتم النبیین۔﴾

۴...... ''وما ارسلنٰك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً (سبا:۲۸) ''﴿اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا، سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو۔﴾

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی فرمایا:

۱...... ''أنا خاتم النبيين لا نبي بعدی (ترمذی ج۲ ص۴۵) ''﴿میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔﴾

۲...... ''انا آخر الانبياء وانتم آخر الامم (ابن ماجه ص۲۹۷) ''﴿میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔﴾

۳...... ''لوكان موسىٰ حياً ما وسعه الا اتباعی (مشكوٰة ص۳۰) ''﴿اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔﴾

اب جب کہ قرآن کریم نازل ہو چکا اور حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ، اللہ کے آخری نبی ہیں اور قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے دین وشریعت کا سکہ قیامت تک چلے گا۔ اس لئے جو شخص اس جدید ورائج قانون اور آئین الٰہی کی مخالفت کرے گا اور سابقہ منسوخ شدہ دین وشریعت یا کسی خودساختہ مذہب جیسے موجودہ دور کے متعدد باطل وبے بنیاد ادیان ومذاہب...... مثلاً: ہندو، پارسی، سکھ، ذکری، زرتشتی اور قادیانی وغیرہ...... میں سے کسی کی اتباع کرے گا۔ وہ باغی کہلائے گا۔ دین وشریعت، قرآن وسنت اور عقل ودیانت کی روشنی میں اس کی سزا وہی ہوگی جو ایک باغی کی ہونی چاہئے اور وہ قتل ہے۔

اسی لئے قانون ارتداد پر قادیانیوں کی طرف سے یہ اعتراض خالص دجل وفریب اور دھوکا ہے کہ: ''کیا اس حکم سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ تبدیلی مذہب کی اجازت دینے سے حضرت کو مسلمانوں کی تعداد میں کمی کا خدشہ تھا۔ حضرت محمد نے مذہب کے فروغ کے لئے اور اسلام بذریعہ تبلیغ کے بجائے خاندانی یا موروثی اسلام کو ترجیح دی۔ کیونکہ بذریعہ آبادی اسلام پھیلانے کا یہ سب سے آسان اور مؤثر فارمولا تھا۔ جیسے جیسے آبادی بڑھے گی۔ مسلمان خودبخود بڑھتے چلے جائیں گے۔ جو تبدیلی چاہے اسے قتل کردیا جائے۔''

کیونکہ یہ قانون مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ اسلام دشمنوں کی راہ روکنے کے لئے ہے۔ اس لئے کہ کسی ملک میں انسداد بغاوت اور جرائم کی روک تھام کا قانون کسی

ملک کے شریف شہریوں کے خلاف نہیں۔ بلکہ بدمعاشی کی روک تھام کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔

اگر قادیانی فلسفے کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ کسی جرم کی روک تھام پر قدغن لگانا یا اس پر کڑی سزاؤں کا نفاذ، اس کی علامت ہے کہ اس ملک کے شریف شہریوں کے بدمعاش اور جرائم پیشہ ہونے کے خوف سے وہ قوانین نافذ کئے گئے ہیں؟ حالانکہ مہذب دنیا میں کہیں ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر نیک دل حکمران اور شفیق باپ اپنی رعایا اور اولاد کو برائی کے نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔ بعض اوقات از راہ خیر خواہی ان کو سزا بھی دیتا ہے اور معاشرے کے بدکرداروں کے خلاف قانون سازی کرتا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سختی سے تدبیر کرتا ہے۔

اس سے ذرا مزید آگے بڑھیے تو اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کفر و شرک پر عذاب وعقاب اور جہنم کی شدید سزا کا قانون مرتب فرما رکھا ہے۔ کیا نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے ماننے والوں کی تعداد میں کمی کا اندیشہ تھا؟ اور اس نے بھی ان کی تعداد بڑھانے کے لئے اس فارمولا کو ترجیح دی ہے؟ اور بذریعہ آبادی اپنے ماننے والوں کی تعداد بڑھانے کے آسان اور مؤثر فارمولا پر عمل کیا ہے؟ کہ جیسے جیسے آبادی بڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے خود بخود بڑھتے چلے جائیں گے؟ بتلایا جائے کہ کیا ایسا کہنا عقل و دیانت کے مطابق ہے؟ قانون ارتداد پر اعتراض کرنے والوں کو سوچنا چاہئے اور سو بار سوچنا چاہئے کہ ان کا یہ اعتراض کہاں تک جاتا ہے؟

دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں سرے سے جرم و سزا کا کوئی قانون ہی نافذ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ایسا ہو تو کیا اس سے معاشرہ انارکی، طوائف الملوکی، انتشار، تشدد اور بدامنی کی لپیٹ میں نہیں آجائے گا؟ جو لوگ ایسا مطالبہ کریں کیا سمجھا جائے کہ وہ انسانیت کے دوست ہیں یا دشمن؟

## خاندان نبوت پر زکوٰۃ کیوں حرام ہے؟

۳...... ''حضرت محمد ﷺ نے اپنے خاندان یعنی آل رسول کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے کیوں منع کیا ہے؟ کیا اس سے خاندانی بڑائی اور تکبر کی نشاندہی نہیں ہوتی؟ کیا رسول ﷺ کا خاندان افضل اور باقی سب کمتر ہیں؟ بحیثیت انسان میں خاندانی افضلیت یا بڑائی تسلیم نہیں کرتا۔ خود حضرت محمد ﷺ کا قول ہے کہ تم میں افضل وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہیں تو پھر یہ قول ان کے اپنے خاندان پر کیوں لاگو نہیں ہوتا؟''

جواب...... عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ اگر کسی کٹر سے کٹر مخالف میں بھی کوئی خوبی اور کمال نظر آئے تو اس کا اعتراف کرنا چاہئے۔ مگر باطل پرستوں کے ہاں اس کے برعکس یہ اصول ہے کہ

جب کسی سے پرخاش، بغض، عداوت یا دلی نفرت ہو، تو انہیں اس کی خوبیوں میں بھی سو، سو نقائص نظر آتے ہیں اور نہ صرف اس کے محاسن وخوبیوں کو نقائص ومعائب بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان پر حرف گیری کی جاتی ہے۔ قادیانیوں کے مذکورہ اعتراض میں بھی ذات نبوی سے بغض وعداوت کا یہی فلسفہ کارفرما ہے۔

ورنہ اگر دیکھا جائے تو آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لئے زکوٰۃ وصدقات کو حرام قرار دے کر جہاں امت کے غرباء اور فقراء پر احسان فرمایا ہے۔ وہاں اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لئے تنگی اور مشکلات پیدا فرمائی ہیں۔ اس لئے کہ:

۱...... ''زکوٰۃ تو ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے اور اس کی ادائیگی اس کے ذمہ فرض ہے۔ اگر زکوٰۃ وصدقات واجبہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خاندان کے لئے حلال ہوتی تو ہر مسلمان کی خواہش ہوتی کہ میری زکوٰۃ سید دوعالم ﷺ آپ کے خاندان اور آل واطہار کے مصرف میں آئے۔ اس سے ذات نبوی اور آپ ﷺ کا خاندان تو آسودہ حال ہوسکتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ، ساتھ مسلمان غرباء اور فقراء مالی تنگی اور تنگ دستی کا شکار ہو جاتے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات، آل اولاد اور خاندان کے مفادات کی قربانی دی اور اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو مشقت میں ڈال کر امت مسلمہ کے غرباء اور فقراء کے منافع کو پیش نظر رکھا۔''

۲...... اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے لئے اور اپنی آل واطہار کے لئے ہدیہ وعطیہ قبول کرنے میں بھی اپنی ذات اور اپنے خاندان کے مالی منافع کو مزید محدود فرمادیا ہے۔ کیونکہ ہدیہ وعطیہ دینے کی نہ تو ہر مسلمان میں استعداد واستطاعت ہوتی ہے اور نہ ہی ہر کسی کو اس کا ذوق ہوتا ہے۔ نتیجتاً آپ ﷺ کا خاندان مالی تنگی اور عسر کے ساتھ ساتھ زہد وتکشف کا خوگر رہے گا اور یہی آنحضرت ﷺ کی خواہش اور دلی دعا تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ اس کی دعا فرمائی کہ: ''اللهم اجعل رزق آل محمد قوتاً (متفق علیه مشکوٰة ص۴۴۰)'' ﴿اے اللہ! میرے خاندان کا رزق بقدر کفایت ہو۔﴾

۳...... دیکھا جائے تو آنحضرت ﷺ کا اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لئے زکوٰۃ وصدقات کو حرام قرار دینے کا راز یہ تھا کہ اگر آپ ﷺ خود اپنی ذات یا اپنے خاندان کے لئے صدقات وزکوٰۃ لینا حلال قرار دیتے تو احتمال تھا کہ اسلام دشمن اور قادیانیوں جیسے ملاحدہ وغیرہ یہ اعتراض کرتے کہ حضرت محمد ﷺ نے...... نعوذ باللہ! زکوٰۃ وصدقات کا حکم اپنی ذات اور اپنے خاندان کی مالی آسودگی کے لئے دیا ہے۔ جب ہی تو نعوذ باللہ! وہ زکوٰۃ پر پل رہے ہیں۔ اسی حکمت کے تحت

آنحضرت ﷺ نے زکوٰۃ کے مصرف کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''توخذ من أغنیائھم وترد فی فقرائھم (ابوداؤد ج۱ ص۱۵۹) ''﴿(مال زکوٰۃ) ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء پر خرچ کیا جائے۔﴾

چنانچہ اس حکم سے آپ ﷺ نے اس اعتراض وبدگمانی کا دروازہ ہمیشہ کے لے بند کر دیا اور واضح کر دیا کہ زکوٰۃ وصدقات کے اجراء سے مقصود اپنی ذات یا خاندان کی معاشی آسودگی نہیں۔ بلکہ ان کے فوائد ومنافع، زکوٰۃ وصدقات دینے والے مسلمانوں کے غریب وفقیر متعلقین ہی کی طرف لوٹائے جائیں۔

۴...... چونکہ جو لوگ بلاضرورت مانگ کر یا زکوٰۃ وصدقات پر زندگی گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ عموماً ان میں تقویٰ، طہارت، حمیت، غیرت، شجاعت اور دوسرے اخلاق فاضلہ برقرار نہیں رہتے یا کم از کم کمزور پڑ جاتے ہیں اور عام مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عام طور پر ایسے لوگوں کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں۔ وہ محنت، مشقت اور کسب مال سے جی چراتے ہیں۔ عیش کوشی، راحت پسندی اور آرام طلبی ان کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ سستی وکاہلی ان کے رگ وریشے میں سرایت کر جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایسے لوگ معاشرے میں بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔ اس لئے اندیشہ تھا کہ کہیں خاندان نبوت کے دشمن اس کو آڑ بنا کر ذات نبوی کے خلاف زبان طعن کھول کر اپنی دنیا وآخرت نہ برباد کر بیٹھیں۔

انسانوں کے دین وایمان کی بربادی کے اسی خطرے کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے اپنی آل واطہار اور خاندان کے لئے زکوٰۃ وصدقات کو حرام قرار دے کر اپنی آل، اولاد اور خاندان پر معاشی وسعت کے دروازے بند کر کے ایک طرف ان کے لئے معاشی تنگی پیدا کی تو دوسری طرف بہت سوں کے ایمان واسلام کو بربادی سے بچالیا۔

۵...... پھر اس کا بھی امکان تھا کہ کہیں میرا خاندان محض قرابت نبوی کی وجہ سے لوگوں کی زکوٰۃ وصدقات کو اپنا حق نہ سمجھ بیٹھیں یا کہیں اس کی نگاہ لوگوں کے مال، زکوٰۃ وصدقات پر ہی نہ ٹک جائے۔ اس لئے زکوٰۃ وصدقات کو سرے سے ان پر حرام قرار دے دیا گیا۔

۶...... اس کے علاوہ عین ممکن ہے کہ خاندان نبوت پر زکوٰۃ وصدقات حرام قرار دینے کی یہ حکمت ہو کہ میرا خاندان ذلیل دنیا اور معمولی رزق کی خاطر مسلمانوں کی نگاہ میں ذلیل وخوار نہ ہو جائے یا لوگوں کی زکوٰۃ وصدقات پر تکیہ کر کے حصول رزق میں کاہل وست نہ پڑ جائے۔ اس لئے آپ ﷺ نے ان پر زکوٰۃ وصدقات کو حرام قرار دے کر انہیں محنت ومجاہدے سے بقدر کفایت

رزق حاصل کرنے اور امور آخرت کی طرف متوجہ فرمایا۔

حیرت ہے کہ قادیانیوں کو ایک طرف آقائے دوعالم ﷺ کے اس زہد وتکشف اور اپنی ذات سے لے کر اپنی آل، اولاد اور خاندان کے لئے کفاف وقناعت کے طرز عمل پر تو اعتراض ہے۔ مگر دوسری طرف انہیں مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کے اس بدترین کردار اور مال بٹورنے کے سو، سو غلیظ حیلوں، بہانوں اور بیسیوں قسم کے چندوں پر کوئی اعتراض نہیں۔

اگر قادیانی امت، تعصب اور عناد کی عینک اتار کر ایک لمحے کے لئے اپنے انگریزی نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی مالی حالت پر غور کرتی تو اس پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی کہ سیالکوٹ کی عدالت میں کلرکی کرنے والے ایک معمولی شخص کی فیملی ''رائل فیملی'' کیسے بن گئی؟ اور اس کا خاندان دنیا کے امیر ترین خاندانوں میں کیسے شامل ہو گیا؟ اور اس کے پاس اس قدر وافر مقدار میں مال ودولت کہاں سے آ گئی؟ اور ان کی زمینوں اور جائیدادوں کی اسٹیٹس کہاں سے نازل ہو گئیں؟

بلاشبہ قادیانی امت خود ہی مرزائی نبوت کی شریعت کی روشنی میں بتلا سکتی ہے کہ یہ سب قادیانی چندہ مہم کی برکت ہے۔ کیونکہ قادیانی شریعت میں تو قبر بھی چندے کے عوض فروخت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو قادیانی وقف زندگی، وقف جدید، وقف فلاں، وقف فلاں کا چندہ نہ دے سکیں۔ انہیں قادیانی، بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ جس کا معنی یہ ہے کہ جو قادیانی بہشتی مقبرے کا چندہ نہ دے پائے دوسرے لفظوں میں وہ جہنمی مقبرے میں دفن ہوگا۔ گویا مرزا قادیانی کو چندہ نہ دینے والے قادیانی اس دنیا میں ہی جہنمی ہیں۔

قادیانیو! حضرت محمد ﷺ اور آپ کے خاندان کے زکوٰۃ وصدقات استعمال نہ کرنے پر تو تمہیں اعتراض ہے۔ لیکن افسوس! کہ تمہیں اپنے نبی کے کنجریوں کی کمائی ہضم کرنے اور اسے شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر جانے پر کوئی اشکال نہیں، آخر کیوں؟ قادیانیو! تمہارا نبی زندگی بھر دونوں ہاتھوں سے چندہ سمیٹتا رہا اور ساری زندگی مالی تنگی کا رونا بھی روتا رہا۔ سوال یہ ہے کہ آج اس کی فیملی اور خاندان ''رائل فیملی'' کیسے بن گیا؟

قادیانیو! تمہارے نبی کی ساری زندگی دوسروں کے مال پر نظر رہی۔ جب کہ ہمارے نبی آقائے دوعالم ﷺ کی زندگی دنیاداری سے دامن چھڑانے میں گزری۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں تمہارے مال کی نہیں ایمان واعمال کی ضرورت ہے۔

قادیانیو! تمہارے ہاں غریب کی کوئی حیثیت نہیں۔ چندہ دینے والے تمہارے ہاں

بہشتی ہیں اور غریب جہنمی ہیں اور تم قبروں کو بیچتے ہو۔ جب کہ ہمارے نبی اور ان کے امتیوں نے قبر فروشی کا کاروبار نہیں کیا۔ بلکہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’فمن مات وعليه دين ولم يترك وفاة فعلى قضاءه ومن ترك مالاً فلورثته (بخاري ج۲ ص۹۹۷)‘‘ ﴿اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس پر کوئی قرضہ ہو تو اس کا میں (محمد ﷺ) ذمہ دار ہوں، اور اگر مال چھوڑ جائے تو اس کا مال اس کے وارثوں کا ہے۔﴾

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ’’لا نورث، ماتركنا صدقة (بخاري ج۲ ص۹۹۶)‘‘ ﴿ہم جماعت انبیاء جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ ہمارے خاندان میں بطور وراثت تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ ہے۔﴾

قادیانیو! بتاؤ...... مرزاغلام احمد قادیانی کی جائیداد اس کے خاندان کے علاوہ کہاں خرچ کی گئی؟ اگر قادیانیوں میں ذرہ برابر بھی شرم وحیا، یا عقل ودانش کی کوئی رمق ہوتی تو وہ نبی امی ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر اعتراض کرنے کی بجائے دنیا کے پجاری اور انگریز کے حواری نبی، مرزاغلام احمد قادیانی پر دوحرف بھیج کر اس سے اظہار برأت کرتے۔

## جہاد کیوں؟

۴...... حضرت محمد ﷺ نے جہاد کا حکم کیوں دیا؟ جہاد کو اسلام کا پانچواں ضروری رکن کیوں قرار دیا؟

جواب...... دیکھا جائے تو اس اعتراض کے پیچھے بھی مرزاغلام احمد قادیانی اور اس کی امت کی انگریز حکومت کی نمک خواری کا جذبہ کارفرما ہے۔ ورنہ مرزائیوں اور تمام دنیا کو معلوم ہے کہ جہاد کا حکم حضرت محمد ﷺ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مرزائیوں، قادیانیوں اور ان کے باوا غلام احمد قادیانی کو اسلام اور قرآن پر نہ صرف یہ کہ ایمان نہیں بلکہ ان کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۲...... اگر قادیانی، قرآن کریم کو مانتے ہوتے اور اللہ کا کلام سمجھتے ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ اگر آنحضرت ﷺ نے ازخود جہاد کا حکم دینا ہوتا تو مکی دور میں اس وقت اس کا حکم دیتے۔ جب مسلمان، کفار ومشرکین کے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ اگر جہاد کا معاملہ آپ ﷺ کے قبضے میں ہوتا تو آپ ﷺ اپنے جان نثاروں کو صبر کی تلقین نہ فرماتے۔ حبشہ کی ہجرت کی اجازت نہ دی جاتی۔ آپ ﷺ اپنا آبائی گھر چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کیوں فرماتے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ کفار اور مشرکین مکہ کے مظالم کیوں برداشت کرتے؟

۳...... اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو قرآن کریم میں جس طرح مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنے اور اس طرف متوجہ کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کے لئے قلت تعداد کے باعث ثقیل تھا اور ان کے لئے جہاد کا حکم بجالانا کسی قدر مشکل تھا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات میں مسلمانوں کو جہاد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

الف...... ”اذن للذین یقاتلون بأنھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر (الحج:۳۹)“ ﴿حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں۔ اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔﴾

ب...... ”یٰایھا النبی حرّض المؤمنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفاً من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون (الانفال:٦٥)“ ﴿اے نبی! شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا، اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر، اور اگر ہوں تم میں سے سو شخص تو غالب ہوں ہزار کافروں پر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔﴾

ج...... ”کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو خیرلکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو شرلکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (البقرہ:۲۱٦)“ ﴿فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو اور شاید کہ تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔﴾

ان آیات اور اسی طرح کی دوسری متعدد آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جہاد کا حکم آنحضرت ﷺ کی جانب سے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ چونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد تھوڑی اور وہ ایک عرصہ سے کفار کے مظالم کی چکی میں پس رہے تھے اور مسلمان بظاہر کفار کی تعداد اور قوت وحشمت سے کسی قدر خائف بھی تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ ان کو جہاد پر آمادہ کیا جائے اور باور کرایا جائے کہ وہ کفار کی عددی کثرت سے خائف نہ ہوں بلکہ مسلمانوں کا ایک فرد کفار کے دس پر بھاری ہوگا۔

۴...... اسی طرح یہ بھی واضح کیا گیا کہ مسلمانوں کو یہ احساس بھی نہیں رہنا چاہئے کہ اب تک تو ہمیں کفار کے مظالم پر صبر کی تلقین کی جاتی رہی اور ان کی جانب سے دی جانے والی تکالیف

واذیتوں پر صبر و برداشت کا حکم تھا تو اب جوابی، بلکہ اقدامی کارروائی کا حکم کیونکر دیا جارہا ہے؟ تو فرمایا گیا کہ یہ صبر و برداشت ایک وقت تک تھی۔ اب اس کا حکم ختم ہوگیا ہے اور جہاد و قتال کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ اب تمہارے صبر کا امتحان ہو چکا اور کفار کے مظالم کی انتہاء ہو چکی۔

نیز یہ کہ چونکہ اس وقت کفار، مشرکین اور ان کے مؤائم، اشاعت اسلام میں رکاوٹ تھے اور وہ فتنہ پردازی میں مصروف تھے۔ اس لئے حکم ہوا کہ: ''وقاتلوهم حتیٰ لا تكون فتنة'' یعنی کفار سے یہاں تک قتال کرو کہ کفر کا فتنہ نابود ہو جائے۔

اسی طرح اس مضمون کو دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا گیا:

الف...... ''یٰایها النبی جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم وماوٰهم جهنم وبئس المصير (التوبہ:۷۳)'' ﴿اے نبی! لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے اور تندخوئی کر ان پر اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔﴾

ب...... ''قل ان كان اٰباؤكم وابناؤكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال ن اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومسكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد فی سبيله فتربصوا حتیٰ يأتی الله بامره والله لا يهدی القوم الفٰسقين (التوبہ:۲۴)'' ﴿تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری، جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔﴾

ان آیات سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ جہاد کا حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ بلکہ اس میں شدت کی تاکید ہے اور جو لوگ اپنی محبوبات و مرغوبات کو چھوڑ کر جہاد کا حکم بجا نہیں لائیں گے۔ وہ اللہ کے عذاب کا انتظار کریں۔ بتلایا جائے کہ اگر اللہ کا رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ یا مسلمان اس حکم الٰہی کو بجالائیں اور نصوص قطعیہ کی وجہ سے اسے فرض جانیں تو اس میں اللہ کے نبی، صحابہ کرامؓ اور مسلمانوں کا کیا قصور ہے؟ نیز یہ بھی بتلایا جائے کہ جو لوگ طبعی خواہش اور نفس کے تقاضے کے خلاف سب مرغوبات و محبوبات کو چھوڑ کر اللہ کا حکم بجالائیں۔ وہ قابل طعن ہیں یا وہ جو دنیاوی مفادات اور انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال دیں؟

بلاشبہ قادیانیوں کا یہ اعتراض ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے زمرے اور مصداق میں آتا ہے۔

۵...... اس سے ہٹ کر مشاہدات، تجربات، عقل اور دیانت کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو اللہ کے باغی کفار، مشرکین اور معاندین کے خلاف جہاد یا اعلان جنگ عین قرین قیاس ہے۔

اس لئے کہ دنیا کے دو پیسے کے بادشاہوں میں سے کسی کے خلاف اس کی رعایا کا کوئی فرد اعلان بغاوت کر دے تو پہلی فرصت میں اس کا قلع قمع کیا جاتا ہے اور ایسے باغی کے خلاف پورے ملک کی فوج اور تمام حکومتی مشینری حرکت میں آجاتی ہے۔ تا آنکہ اس کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔

اور مہذب دنیا میں ایسے باغیوں سے کسی قسم کی رعایت برتنے کا کوئی روادار نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے حق میں کسی کو سفارش کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ بلکہ اگر ایسے باغی گرفتار ہو جائیں اور سو بار توبہ بھی کر لیں تو ان کی جان بخشی نہیں ہوتی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی قوم، برادری یا افراد، خالق و مالک کائنات اور رب العالمین سے بغاوت کریں اور نعوذ باللہ! اس کو چھوڑ کر وہ کسی دوسرے کو رب، الٰہ اور مالک مان لیں یا خالق کائنات کے احکام سے سرتابی کریں تو کیا اس رب العالمین اور مالک ارض و سما کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی فوج کے ذریعہ ان شوریدہ سروں کا علاج کرے اور ان کو ٹھکانے لگائے؟ دیکھا جائے تو جہاد کا یہی مقصد ہے اور یہ عدل و انصاف کے عین مطابق ہے۔

۶...... پھر جہاد صرف شریعت محمدی ہی میں شروع نہیں ہوا بلکہ اس سے قبل دوسرے انبیاء کی شریعتوں میں بھی مشروع تھا۔ جیسا کہ بائبل میں ہے: ”پھر ہم نے مڑ کر بسن کا راستہ لیا اور بسن کا بادشاہ عوج اور عی میں اپنے سب آدمیوں کو لے کر ہمارے مقابلے میں جنگ کرنے کو آیا اور خداوند نے مجھ سے کہا: اس سے مت ڈر۔ کیونکہ میں نے اس کو اور اس کے سب آدمیوں اور ملک کو تیرے قبضے میں کر دیا ہے۔ جیسا تو نے اموریوں کے بادشاہ سیحون سے جو حسبون میں رہتا تھا۔ کیا ویسا ہی تو اس سے کرے گا؟ چنانچہ خداوند ہمارے خدا نے بسن کے بادشاہ عوج کو بھی اس کے سب آدمیوں سمیت ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم نے ان کو یہاں تک مارا کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا اور ہم نے اسی وقت اس کے سب شہر لے لئے اور ایک شہر بھی ایسا نہ رہا جو ہم نے ان سے نہ لے لیا ہو...... اور جیسا ہم نے حسبون کے بادشاہ سیحون کے ہاں کیا ویسا ہی ان سب آباد شہروں کو مع عورتوں اور بچوں کے بالکل نابود کر ڈالا۔“ (استثناء باب ۳، آیت ۱ تا ۳، ۶)

اسی طرح باب ۲۰، آیت ۱۰ تا ۱۴ میں ہے: ”جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک

تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کریں بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا، اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپائیوں اور اس شہر کے سب مال لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔"

## مال غنیمت میں آنے والی عورتیں لونڈیاں کیوں؟

۵...... "مال غنیمت کے طور پر دشمن کی عورتیں مسلمانوں کے لئے کیوں حلال قرار دیں؟ کیا عورتیں انسان نہیں۔ بھیڑ بکریاں ہیں۔ جنہیں مال غنیمت کے طور پر بانٹا جائے اور استعمال کیا جائے؟"

جواب...... دشمن سے لڑائی، قتال اور جہاد کی صورت میں کفار و مشرکین کے جو افراد گرفتار ہو جائیں وہ قیدی کہلاتے ہیں۔ پھر اگر مسلمان فوج کے کچھ افراد مخالفین کے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں تو کفار قیدیوں سے تبادلہ کر کے مسلمانوں کو چھڑایا جائے گا۔ اس کے علاوہ جو بچ رہیں گے ان کو غلام اور لونڈیاں قرار دے کر انہیں مسلمان فوجیوں میں بطور مال غنیمت تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس کا نام ہے "غلامی کا مسئلہ"

غلامی کے اس مسئلے پر عام طور پر اسلام دشمن یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور مسلمانوں کی جانب سے یہ انسانوں پر ظلم ہے۔

اس عنوان سے عیسائی دنیا اور انسانی حقوق کے نام نہاد علم بردار بھی اعتراض کیا کرتے ہیں۔ قادیانیوں کا اس مسئلے پر اعتراض کرنا دراصل اپنے عیسائی آقاؤں کی ہم نوائی اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے کے مترادف ہے۔ بلکہ ان کے منہ کی بات چھین کر اپنے منہ سے نکالنے کی مانند ہے۔ جب کہ قادیانیوں اور ان کے آقاؤں کو معلوم ہونا چاہئے کہ غلامی کا مسئلہ اسلام نے جاری نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ قبل از اسلام عیسائیوں اور یہودیوں میں بھی جاری تھا۔ چنانچہ غلاموں اور لونڈیوں کا تذکرہ خود بائبل میں بایں الفاظ موجود ہے۔

الف...... "اور یعقوب نے لابن سے کہا کہ میری مدت پوری ہوگئی۔ سو میری بیوی مجھے دے تاکہ میں اس کے پاس جاؤں تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی......اور لابن نے اپنی لونڈی زلفہ، اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔"

(پیدائش باب ۲۹، آیت ۲۱ تا ۲۴)

ب...... (باب۳۰، آیت۱۰) میں ہے: ''اور لیاہ کی لونڈی زلفہ کے بھی یعقوب سے ایک بیٹا ہوا۔''

ج...... (استثناء باب۲۳، آیت۱۵) میں ہے: ''اگر کسی کا غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کر تیرے پاس پناہ لے تو تو اسے اس کے آقا کے حوالہ نہ کر دینا۔''

اس کے علاوہ قبل از اسلام مشرکین مکہ میں بھی غلامی کا رواج تھا۔ بلکہ یہود و نصاریٰ سے لے کر کفار و مشرکین مکہ تک سب ہی لوگ غلاموں اور لونڈیوں کو کسی انسانی سلوک کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ لوگ ایک آزاد انسان کو پکڑ کر زبردستی غلام بنا کر بیچ دیتے تھے۔ جب کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کی شدید مذمت فرمائی اور قرآن کریم نے مسلمانوں کو غلاموں کے ساتھ اسی طرح کے حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی تلقین اور تاکید فرمائی۔ جس طرح کے وہ اپنے والدین کے ساتھ سلوک کے روادار تھے۔ ملاحظہ ہو ارشاد الٰہی: ''**واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين احساناً وبذى القربىٰ واليتمىٰ والمسكين والجار ذى القربىٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وما ملكت ايمانكم ان الله لا يحب من كان مختالاً فخورا** (النساء:۳٦)'' ﴿اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ، بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا۔﴾

دیکھا جائے تو اس آیت شریفہ میں دو قسم کے احکام ایک ہی جگہ اور ایک ہی سیاق و سباق میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دوسرے اس کی مخلوق سے حسن سلوک اور نیکی کا برتاؤ کرنا۔ پھر دوسرے حصے میں بطور خاص کچھ ایسے لوگوں کو مخصوص کر کے بیان کیا گیا ہے۔ جن کے ساتھ انسان نیکی میں بے اعتنائی برتتا ہے۔ تا کہ ان کی طرف زیادہ توجہ ہو۔ گویا ان دونوں احکام کو ایک ہی جگہ بیان کرنے کا مقصود یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اس کا شریک نہ ٹھہرانا اسلام لانے کے لئے ضروری ہے۔ ویسے ہی اس کی مخلوق کے ساتھ نیکی کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ شریعت کے یہی دو اہم اجزاء ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق اس کی اطاعت عبادت اور دوسرے اس کی مخلوق کے ساتھ نیکی کا معاملہ۔

پس جہاں بائبل میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق ایک حرف بھی نہیں

کہا گیا۔ قرآن کریم میں ان کے ساتھ سلوک کو اس قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جیسے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو۔ لہٰذا جیسے والدین کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے۔ ویسے ہی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت، والدین کے ساتھ حسن سلوک اور غلاموں کے ساتھ نیک برتاؤ کو ایک ہی آیت میں اور ایک ہی قسم کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔
جس سے واضح ہوتا ہے کہ غلامی کا مسئلہ اگرچہ پہلے سے جاری تھا۔ جس کو اسلام نے بھی بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر باقی رکھا۔ مگر دنیائے عیسائیت اور کفر وشرک کی زیادتیوں سے ہٹ کر اسلام نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ حسن معاشرت کا درس دیا اور اس کی تاکید کی۔ چنانچہ غلاموں کے ساتھ مسلمانوں کی جانب سے حسن سلوک کی اس اظہر من الشمس حقیقت کا کوئی دشمن اسلام بھی انکار نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے عیسائی مصنف ہلیو اپنی کتاب ''ڈکشنری آف اسلام'' میں کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ: ''یہ بالکل صاف امر ہے کہ قرآن شریف اور احادیث میں غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے کی بڑے زور کے ساتھ تاکید کی گئی ہے۔''

غلاموں کے ساتھ اس حسن برتاؤ اور اسلام میں ان کی اسی اہمیت وعظمت کو دیکھ کر ایک صحابی رسول یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ: ''والذی نفسی بیده! لولا الجهاد فی سبیل الله والحج وبر امی لأجبت ان اموت وانا المملوك '' ﴿قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور اپنی ماں کی خدمت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں پسند کرتا کہ میں غلامی کی حالت میں مروں۔﴾

یہ ایک آزاد اور صحابی رسول کی آرزو اور تمنا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے غلاموں کے ساتھ جس حسن سلوک کا حکم دیا اور جس طرح اس کی تاکید فرمائی۔ اس کو دیکھ کر ایسا ہوگا جو اپنے آپ کو غلام نہ بنالیتا۔ چنانچہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''ان اخوانكم خولكم جعلهم الله تحت أيديكم فمن كان أخوه تحت يده فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبس ولا تكلفوهم ما يغلبهم فان كلفتموهم فاعينوهم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹) '' ﴿یعنی یہ تمہارے بھائی تمہارے خدمت گار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قبضے میں دیا ہے۔ بس جس شخص کا بھائی اس کے ہاتھ کے نیچے یعنی قبضے میں ہو، اسے چاہئے کہ جو چیز وہ خود کھائے اس بھی وہی کھلائے اور جو لباس خود پہنتا ہے اسے بھی اسی طرح کا پہنائے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو اور اگر ان کی طاقت سے زیادہ کوئی بوجھ ڈالو تو اس میں ان کی مدد کرو۔﴾

غرض غلامی کا رواج یہودیت، عیسائیت، ہندومت، تمام یورپی اقوام اور قبل از اسلام کفار ومشرکین سب کے ہاں تھا۔ مگر غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، ان کے حقوق کی پاسداری اور ان کی آزادی کے فضائل جتنا اسلام اور پیغمبر اسلام نے ارشاد فرمائے، اتنا کسی دوسرے مذہب میں نہ تھے۔

دیکھا جائے تو اسلام کو غلامی کے مسئلے میں طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے والوں کا دامن اس مسئلے میں سب سے زیادہ داغدار ہے۔ کیونکہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں بھی غلاموں کے اخلاقی اور معاشرتی کسی قسم کے حقوق کا ذرہ بھر تذکرہ نہیں تھا۔ بلکہ بائبل میں تو صرف غلاموں کو اس کی تلقین تھی کہ وہ اپنے آقاؤں کی ایسی اطاعت کریں۔ جیسے کوئی عیسائی اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا کرتا ہے اور غلاموں کو تلقین تھی کہ اگر کوئی آقا کے پاس سے بھاگ جائے تو واپس اپنے آقا کے پاس چلا جائے۔ اس کے مقابلے میں غلاموں کے آقاؤں کو ایسی کوئی ہدایت نہ تھی کہ وہ اپنے غلاموں کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں؟ اور نہ ہی اس پر کوئی قدغن تھی کہ کوئی شخص کسی آزاد کو غلام بنا لے۔ یہی وجہ ہے کہ افریقہ کے نیگروؤں کو عیسائیوں کے ہاں پکڑ پکڑ کر غلام بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ غلامی کی رسم ختم کرنے کے دعویداروں کے منہ پر اس سے زیادہ زوردار طمانچہ کیا ہوگا کہ انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ: "۱۴۴۲ء میں گنزلس نے دس غلام پرتگال کے شاہزادہ ہنری کو بطور تحفہ پیش کئے۔ ۱۴۴۳ء میں نیو ٹریسٹن افریقہ کے لئے ایک مہم پر بحری راستے سے روانہ ہوا اور چودہ غلاموں کو لے کر واپس آیا۔ افریقہ کے لوگ فطرتاً ان حملوں کو ناپسند کرتے تھے۔ جو ان کو غلام بنانے کی غرض سے کئے جاتے تھے۔ یورپین تاجر اپنے حملوں کے عذر پیدا کرنے کے لئے اہل افریقہ میں آپس میں جنگ کرا دیتے تھے۔ ۱۵۶۲ء میں سرجان ہاکنگ گونیا کے لئے روانہ ہوا اور تین سو غلام حاصل کئے۔ پھر ان کو فروخت کر کے انگلینڈ چلا آیا۔ فرانسیسی، اسپینی اور ڈچ ان سب کے ہاں غلاموں کی تجارت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ لیکن انگریزوں کے ہاں اس کا سراغ چارلس کے اس فرمان تک نہیں ملتا۔ جو اس نے ۱۶۳۱ء میں افریقہ کمپنی کے نام اس مضمون کا لکھا تھا کہ وہ برطانوی علاقوں کے لئے افریقی غلام مہیا کرے۔ ۱۶۴۰ء میں تیرھویں لوئس نے ایک فرمان اس مضمون کا شائع کیا کہ تمام وہ افریقی جو فرانس کی نوآبادیات میں سکونت رکھتے ہیں۔ بہرحال غلام بنائے جاسکتے ہیں۔ ۱۶۵۵ء میں کرومویل نے جمیکا کو اسپین والوں سے چھینا تو دیکھا کہ وہاں پندرہ سو سفید فام اور اتنے ہی نیگرو غلام موجود ہیں اور خود وہاں کے رہنے والوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ ۱۶۶۲ء میں تیسری افریقہ کمپنی قائم ہوئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ

برطانوی مغرب کی ہندوستانی نوآبادیات میں تین ہزار غلام سالانہ مہیا کئے جائیں۔۱۶۷۹ء اور ۱۶۸۹ء کے درمیان صرف دس برس کی مدت میں کم وبیش ساڑھے چار ہزار غلام ہر سال برطانوی نوآبادیات میں آباد کئے جاتے رہے۔ فرانس کرو نے ۷؍مارچ ۱۶۸۷ء کو ان غریبوں کی سرگزشت لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ: ''اس جگہ کی سب سے بڑی تجارت ان غلاموں کی ہے جن کو یہاں لایا جاتا ہے۔ یہ لوگ یہاں بالکل مادرزاد برہنگی کے ساتھ آتے ہیں اور ان کے گاہک ان کا منہ کھول کھول کر دیکھتے ہیں اور ان کا امتحان گھوڑوں اور چوپاؤں کی طرح کرتے ہیں۔'' ۱۷۱۳ء میں انگریزوں اور اسپینیوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس کی رو سے انگلینڈ نے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ اسپین والوں کو تیس سال تک برابر چار ہزار آٹھ سو غلام سالانہ مہیا کرتا رہے گا۔ غلاموں کی تجارت سے جو نفع حاصل ہوتا تھا انگلینڈ اور اسپین دونوں کے بادشاہ اس میں ایک حصے کے شریک تھے۔ افریقہ کے غلاموں کی تجارت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ ۱۷۸۸ء میں جب غلامی کے انسداد کے لئے پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا گیا تو اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس وقت افریقہ سے ہر سال دو لاکھ غلام لے جائے جاتے تھے۔ جن میں سے ایک لاکھ امریکہ وغیرہ اور بقیہ افریقہ کے مشرقی ساحل سے ایران اور کچھ تھوڑے سے وسط افریقہ سے ترکی اور مصر لے جائے جاتے تھے۔'' (بحوالہ اسلام میں غلامی کا تصور، مولانا سعید احمد اکبر آبادی ص ۴۶)

غلامی کو ختم کرنے کے نام نہاد دعویداروں کے بلند و بانگ دعوؤں کے باوجود ان کے پاس اس وقت بھی پچاس لاکھ غلام موجود تھے۔ جب کہ مسلمانوں کے ہاں غلامی کا تصور کبھی کا معدوم ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۱۶؍اپریل ۱۹۳۸ء کے اخبار ''نیشنل کال'' کی ایک خبر ملاحظہ ہو: ''جنیوا میں جمعیت اقوام کی مشورہ کمیٹی جو چند ممبران پر مشتمل ہے اور جو غلامی کے مسئلے پر غور و خوض کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اس نے ۳۱؍مارچ سے ۱۲؍اپریل ۱۹۳۸ء تک اپنے اجلاس کئے۔ ۱۹۳۰ء لیگ اسمبلی لارڈ سیسل نے برطانوی حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں اب بھی کم از کم پانچ ملین یعنی پچاس لاکھ غلام موجود ہیں۔ یہ سب اس کے باوجود ہے کہ ۱۹۲۶ء میں جمعیت اقوام کی مجلس میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ دستخط کرنے والی حکومتیں جن کی تعداد ۲۸ تھی۔ اپنے اپنے علاقوں میں غلاموں کی تجارت کو تشدد آمیز حکمت عملی سے کام لے کر بالکل ختم کر دیں گی۔ ان حکومتوں میں امریکا کی ریاست ہائے متحدہ بھی شامل تھیں۔ اس مشورہ کمیٹی کے تقرر کا یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ غلام حاصل کرنے کے لئے جو باقاعدہ اور منظم حملے ہوتے تھے وہ رک گئے۔''

(بحوالہ اسلام میں غلامی کا تصور ص ۴۸)

قارئین اور خصوصاً قادیانی بتلائیں کہ غلامی کی لعنت کو رواج دینے والے مسلمان ہیں؟ یا ان کے آقا عیسائی؟ اسلام میں غلامی کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ مسلمان فوج کفار سے جنگ کرے اور کفار مرد وخواتین گرفتار ہو کر آئیں تو انہیں غلام ولونڈی بنالیا جائے اور بس۔ اس کے علاوہ اسلام نے دوسری تمام صورتوں کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو اس صورت میں بھی غلامی کا طوق کفار نے اپنے گلے میں خود ہی ڈالا ہے۔ ورنہ پیغمبر اسلام ﷺ کی، مسلمان فوجیوں کو یہ ہدایت تھی کہ کسی علاقے کے فتنہ پرور کفار سے جہاد کے وقت عین میدان کارزار میں بھی پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی جائے۔ مان جائیں تو فبہا ورنہ دوسرے نمبر پر ان کو کہا جائے کہ بے شک تم اپنے مذہب پر رہو۔ مگر اسلامی مملکت کے پرامن شہری بن کر رہو اور اسلامی حکومت کو جزیہ اور ٹیکس دیا کرو۔ چنانچہ اگر وہ اس کے لئے راضی ہو جائیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر فرض ہے۔ جزیہ دینے کے باوجود بھی اگر کسی مسلمان نے ان کے ساتھ زیادتی کی تو پیغمبر اسلام ﷺ کا فرمان ہے کہ: ”الا! من ظلم معاهداً أو تنقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئاً بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة (ابوداؤد ج۲ ص۷۷)“

یعنی کل قیامت کے دن میں اس غیر مسلم ذمی کی طرف سے بارگاہ الٰہی میں زیادتی کرنے والے مسلمان کے خلاف وکیل صفائی کا کردار ادا کروں گا۔

گویا اس سے واضح ہوا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے کفار ومشرکین کی حریت وآزادی پر قدغن لگانے اور ان کو غلام بنانے کی حتی الامکان ممانعت فرمائی ہے۔ لیکن اگر کوئی کوتاہ قسمت غیر مسلم، اسلام کی طرف سے دی گئی ان لازوال سہولیات سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ خود ہی اپنی حریت وآزادی کا دشمن اور اسے ختم کرنے کا ذمہ دار ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی بادشاہ یا حکومت نے اعلان کیا ہو کہ جو شخص ناحق قتل اور ڈاکازنی کا مرتکب پایا گیا۔ اسے زندگی بھر جیل میں رہنا ہوگا۔ اب اگر کوئی بدنصیب حکم شاہی کے علی الرغم ان جرائم کا مرتکب پایا جائے اور حکومت اسے عمر قید کی سزا سنادے تو اس سزا کا ذمہ دار وہ مجرم ہے یا حکومت وقت؟ کیا ایسی صورت میں حکومت قابل ملامت ہے یا وہ مجرم؟

بہرحال غلامی کا رواج تو پہلے سے ہی تھا۔ اب مسلمانوں کے سامنے دو شکلیں تھیں یا تو وہ بھی جنگ میں گرفتار ہو کر آنے والے قیدیوں کو سابقہ ظالم اقوام کی طرح یکسر قتل کر دیتے یا انہیں

زندہ رکھ کر ان کو دنیا کی زندگی سے نفع اٹھانے اور آخرت کے معاملے میں غور وفکر کا موقع دیتے۔ ظاہر ہے کہ دوسری صورت ہی قرین عقل وقیاس ہے۔

پھر غلاموں کو زندہ رکھ کر یا تو یورپی اقوام کی طرح ان کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا۔ یا پھر انہیں مسلم معاشرے کا حصہ بننے، مسلمانوں میں شادی بیاہ کرنے اور اسلامی معاشرے کی لازوال خوبیوں سے سرفراز ہونے کا موقع فراہم کیا جاتا۔ چنانچہ اسلام نے غلاموں کے ساتھ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نکاح کے معاملے میں مسلمان غلاموں کو مشرکین پر اور مسلمان لونڈیوں کو کافر ومشرک خواتین پر ترجیح دی (البقرہ:۲۲۱،۲۲۲) اور ان کے حقوق بھی متعین فرمائے۔

عیسائیوں اور قادیانیوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ مسلمان، لونڈیوں کے ساتھ بلا نکاح جنسی تعلقات کیوں قائم کرتے ہیں؟

اگر کوئی مسلمان یہ اعتراض کرتا تو شاید قابل سماعت ہوتا۔ مگر وہ لوگ، جن کی جنسی بے راہ روی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہو۔ جن کے ہاں نکاح کی بجائے زنا کاری اور بدکاری کو قانونی تحفظ حاصل ہو اور جن کے بڑے، چھوٹے اس بلا میں گرفتار ہوں ان کو اس اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے؟ بہرحال ہم اس کا بھی جواب دیئے دیتے ہیں۔

الف...... ہم نے گزشتہ صفحات میں بائبل کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ: ''لابن نے اپنی لونڈی زلفہ، اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کردی کہ اس کی لونڈی ہو۔''

اسی طرح ''اور لیاہ کی لونڈی زلفہ کے بھی یعقوب سے ایک بیٹا ہوا۔'' بتلایا جائے اس میں لونڈی سے نکاح کا کہاں تذکرہ ہے؟ ایسے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں وارد اس تصریح میں کہ: ''سلیمان کی سات سو بیویاں اور تین سو کنیزیں تھیں۔'' (سلاطین:۱۱۔۳) میں بیویوں اور کنیزوں میں فرق کیوں کیا گیا؟ اور کنیزوں سے ان کے نکاح کا کہاں تذکرہ ہے؟

ب...... غلام اور لونڈیاں جب مسلمانوں کے قبضے میں آ گئیں تو ظاہر ہے ان کا اپنے اپنے سابقہ ملک وقوم اور رشتہ داروں سے تعلق منقطع ہو گیا۔ اب یا تو انہیں یوں ہی جنگی قیدیوں کی طرح زندگی بھر اذیت میں رکھا جائے اور ان کے جنسی تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے۔ جو بالکل ناجائز اور ظلم ہوگا۔ یا پھر انہیں بدکاری وزنا کاری کی اجازت دے دی جائے۔ جس سے شاید ان کی جنسی تسکین تو ہو جائے گی۔ مگر اس سے جہاں ان کی دنیا وآخرت برباد ہوگی اور وہ معاشرے پر بدنما داغ ہوں گے۔ وہاں وہ مسلم معاشرے میں گندگی، غلاظت اور معاشرتی بے راہ روی کا ذریعہ

بھی بنتے۔ اس لئے اسلام نے تباین دارین...... مسلم وکافر ملک کے درمیان دوری...... کو طلاق یا بیوگی کے قائم مقام تصور کرتے ہوئے استبرائے رحم...... رحم کی صفائی...... کا حکم دے کر لونڈیوں کے مالکوں کو حکم دیا کہ یا تو ان کا کسی اچھی جگہ عقد نکاح کر دیا جائے یا پھر حق ملکیت کی بناء پر ان کی جنسی تسکین کا خود انتظام کریں۔ اس سے جہاں ان کی فطری ضرورت پوری ہوگی۔ وہاں اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جب آقا اور مالک اپنی باندی اور مملوکہ سے گھر کے تمام کاموں میں امداد لے گا اور ساتھ ہی اس کے ساتھ ہم بستر ہوگا تو نفسیاتی طور پر باندی کی حیثیت بالکل ایک خادمہ اور اجنبیہ کی سی نہیں رہے گی۔ بلکہ وہ اس کے ساتھ ایک گونہ انسیت ومحبت محسوس کرے گا اور یہ احساس مالک ومملوکہ کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کا باعث ہوگا۔ پھر اگر اس باندی سے بچہ بھی پیدا ہو گیا تو یہ ام ولد یعنی اس کے بچوں کی ماں بن جائے گی اور مالک کی موت پر وہ آزاد ہو جائے گی۔ جس سے معلوم ہوا کہ مالک کے باندی سے اس جنسی تعلق کا سراسر فائدہ باندی ہی کو ہے اور اس کے حق میں ہی مفید ہے۔ کیونکہ اس سے باندی کی آزادی کی ایک راہ نکلتی ہے اور وہ اپنے آقا ومالک کے گھر میں گھر کی مالک کی حیثیت سے رہنے کی حق دار ہوگی۔

بتلایا جائے قادیانیت کا پسندیدہ عیسائی معاشرہ کسی باندی کے ساتھ اس حسن سلوک کا روادار ہے؟ نہیں، قطعاً نہیں...... بلکہ وہ تو اپنی منکوحہ کو بھی داشتہ کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغرب اور مغربی معاشرے میں نکاح پر زنا کو ترجیح حاصل ہے۔

ج...... غلام اور باندی کے اپنے آقا ومالک کے ساتھ رہنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ان کے اخلاق کی تربیت ہوگی اور ان کی تعلیم وتربیت کا ذریعہ بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے چند استثنائی صورتوں کے، مسلمانوں کے پاس آنے والے کافر ومشرک غلاموں اور لونڈیوں میں سے نہ صرف یہ کہ سب مسلمان ہو گئے۔ بلکہ ان میں سے بہت سے حضرات کو مسلمانوں کی سیادت وامارت کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ جو جیش اسامہ کے امیر تھے۔ ایک غلام زادے تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے نمائندہ اور شاہ مصر کے دربار میں جانے والے وفد کے سردار حضرت عبادہ حبشیؓ اور غلام تھے۔ اس کے علاوہ حضرت عمر بن خطابؓ کا بیت المقدس کی فتح کے موقع پر اپنے غلام کو سواری پر سوار کر کے اس کی سواری کے ساتھ ساتھ بھاگنا، کیا اس بات کی کافی دلیل نہیں کہ اسلام اور پیغمبر اسلام نے غلاموں کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایات اور ان کے حقوق کی پاسداری کی خصوصی تلقین فرمائی تھی؟ جس سے ان کی حیثیت بلاشبہ کسی آزاد سے کچھ کم نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض غلاموں کو جب ان کے مالک کی طرف سے آزادی کی اطلاع ملتی تو

وہ بجائے خوش ہونے کے اس پر روتے تھے۔ حضرت زیدؓ کو جب ان کے والدین تلاش کرتے کرتے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے ان کو ساتھ لے جانے کی درخواست کی اور آپ ﷺ نے ان کو والدین کے ساتھ جانے اور نہ جانے کا اختیار دے دیا تو انہوں نے آزادی اور والدین کے ساتھ جانے پر غلامی اور حضور ﷺ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح نہیں دی؟ کیا اب بھی عیسائیوں، قادیانیوں کو مسلمانوں کے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک پر اعتراض کا حق ہے؟

## مذہب کے نام پر قتل وغارت گری کیوں؟

۶...... ''مذہب کے نام پر قتل وغارت گری کو جہاد قرار دے کر اسے اسلام کا پانچواں بنیادی رکن بنانے کی سزا ماضی کے لاکھوں کروڑوں معصوم انسان بے شمار جنگوں کے نتیجے میں اپنی جان مال سے محروم ہو کر بھگت چکے ہیں اور عراق، افغانستان جنگ کی شکل میں آج بھی بھگت رہے ہیں۔ آخر اس ''جہاد'' کو بذریعہ اجتہاد ''جارحیت'' کے بجائے ''دفاع'' کے لئے کیوں استعمال نہیں کیا جاتا؟''

جواب...... اس سوال کا جواب کسی قدر چوتھے سوال کے جواب کے ضمن میں آچکا ہے اور ثابت کیا جاچکا ہے کہ جہاد کا حکم حضرت محمد ﷺ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

نیز یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ اسلام نے جہاد کا حکم کفر وشرک کے فتنے کے استیصال کے لئے دیا ہے اور یہ عقل وانصاف کے عین مطابق ہے۔ اگر دنیا کے دو پیسے کے حکمران، اپنی مخالفت اور بغاوت کرنے والوں کی سرکوبی، ان کے فتنے کو ختم کرنے اور اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے لاکھوں انسانوں کا خون بہا سکتے ہیں تو مالک ارض وسما کی ذات، جس نے جنوں اور انسانوں کو اپنی طاعت وعبادت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ اگر وہ جن وانس اس سے بغاوت کا ارتکاب کریں تو کیا اس ذات کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے نمائندوں اور اپنی سپاہ کے ذریعہ ان کی سرکوبی کرے؟

اسلامی جہاد کے نام پر نام نہاد قتل وغارت گری کا طعنہ دینے والوں کو شاید یہ یاد نہیں رہا کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی پوری ۲۳ سالہ نبوی تاریخ گواہ ہے کہ اس عرصے میں صرف ساڑھے تین سو مسلمان شہید ہوئے اور اس سے کچھ زیادہ کفار بھی کام آئے۔ نامعلوم اس کے مقابلے میں ان کو اسلام دشمنوں کی انسانیت کشی کی تاریخ کے سیاہ کارنامے کیوں بھول جاتے ہیں؟ اور انہیں یہ کیوں یاد نہیں رہتا کہ مسلمانوں کو دہشت گرد اور جہاد کو دہشت گردی کہنے والے درندوں نے کس قدر انسانوں کو تہ تیغ کیا ہے؟

ہیروشیما، ناگاساکی میں لاکھوں انسانوں کا قتل عام، بوسنیا، ہرزیگووینا میں مختصر سے

۶..

عرصے میں پانچ لاکھ انسانوں کو موت کی نیند سلانا، فلسطین، بیروت، افریقہ، افغانستان، عراق اور لبنان کی حالیہ تباہی کن کے ہاتھوں ہو رہی ہے؟

قادیانیو! اپنے آقاؤں سے پوچھو، کہ اس وقت روس، امریکا اور دنیا بھر کی عیسائیت و یہودیت کون سے جہاد کے نام پر انسانیت کشی کا کارنامہ انجام دے رہی ہے؟ کیا جرمنی کے ہٹلر کی انسان کشی بھی جہاد کے نام پر تھی؟ اسی طرح ویت نام اور وسط ایشیا میں آدم دشمنی کس نے کی؟ کیا اس کو بھی اسلام اور اسلامی جہاد کا نتیجہ قرار دیا جائے گا؟

قادیانیو! اگر تمہارے اندر ذرہ بھر شرم وحیا کی رمق اور انسانیت سے خیر خواہی ہے تو ڈوب مرو اور جہاد کو مطعون کرنے کے بجائے اپنے آقاؤں سے کہو کہ وہ انسانیت کشی کے اس بدترین کھیل سے باز آجائیں۔

دیکھا جائے تو جہاد کا مقدس فریضہ ایسے ہی درندوں کو سبق سکھانے اور ان کی راہ روکنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ مگر چونکہ تمہارے آقاؤں نے کہا کہ یہ دہشت گردی ہے۔ اس لئے تم اور تمہارے باوا مرزا غلام احمد قادیانی اس کو حرام قرار دینے کے لئے گزشتہ سو سال سے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرنے میں مصروف ہو۔

مگر میرے آقا کا فرمان ہے کہ: ''الجهاد ماض الیٰ یوم القیامة (مجمع الزوائد ج۱ ص ۱۱۱) '' جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور اس کے ذریعہ مسلمان، عیسائیوں اور قادیانیوں کی راہ روکتے رہیں گے۔

## عورت کی گواہی نصف کیوں؟

۷...... ''حضرت محمد نے مرد کے مقابلے میں عورت کی گواہی آدھی کیوں قرار دی؟''

جواب...... یہ اعتراض بھی قادیانیوں کی دنائت، سفاہت، جہالت اور لاعلمی بلکہ ان کی کوڑھ مغزی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ مرد کے مقابلے میں عورت کی آدھی گواہی کا حکم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ حکم الٰہی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ''واستشهدوا شهیدین من رجالکم، فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتن ممن ترضون من الشهدآء ان تضل احدهما فتذکر احدهما الأخریٰ (البقرة:۲۸۲) '' ﴿اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے، پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے کہ جن کو تم پسند کرتے ہو۔ گواہوں میں تا کہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلاوے اس کو وہ دوسری۔﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ، مردوں اور عورتوں کے مالک وخالق ہیں اور وہ ان کی ظاہری و پوشیدہ صلاحیتوں، عقل وشعور اور حفظ واتقان کو خوب جانتے ہیں۔ جب انہوں نے ہی عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی قرار دی تو کسی ایسے انسان کو، جو اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک مانتا ہو، یا کم ازکم اس کی ذات کا قائل ہو۔ اس کو اس حکم الٰہی پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ ہاں! اگر کوئی منکر خدا اور دھریہ اس حکم الٰہی پر اعتراض کرتا تو ہم اس کا جواب دینے کے مکلف ہوتے۔

چونکہ قادیانیوں اور ان کے روحانی آباؤ اجداد، عیسائیوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کا دعویٰ ہے۔ اس لئے ہم ان سے عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات پر اعتراض کرنے کی بجائے براہ راست اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم پر اعتراض کریں اور زندقہ کے شیش محل سے باہر نکل کر سامنے آئیں، تا کہ لوگوں کو بھی معلوم ہو کہ قادیانیوں کا اللہ کی ذات اور قرآن کریم پر کتنا ایمان ہے؟ اور ان کے دعویٰ ایمان واسلام کی کیا حقیقت ہے؟

بلاشبہ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ قادیانی، زہر کا پیالہ پینا گوارا کر لیں گے۔ مگر اس حقیقت کا اعتراف نہیں کر سکیں گے۔

رہی یہ بات کہ عورت کی گواہی مرد کی نسبت آدھی کیوں قرار دی گئی؟ اور اس کی کیا حکمت ومصلحت ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس کی حکمت ومصلحت قرآن وحدیث دونوں میں مذکور ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں صراحت ووضاحت کے ساتھ اس کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ ”ان تضل احدهما فتذكر احدهما الأخرىٰ (البقرہ:۲۸۲)“ ﴿تا کہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلا دے اس کو وہ دوسری۔﴾

جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ خواتین عدالتی چکروں کی متحمل نہیں ہیں۔ ان کی اصلی وضع گھر گرہستی اور گھریلو ذمہ داریوں کے نبھانے کے لئے ہے۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ جب عورت عدالت اور مجمع عام میں جائے تو گھبرا جائے اور گواہی کا پورا معاملہ یا اس کے کچھ اجزاء اسے بھول جائیں۔ اس لئے حکم ہوا کہ اس کے ساتھ دوسری خاتون بطور معاون گواہ رکھی جائے تا کہ اگر وہ بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

۲...... عورتیں عام طور پر مردوں کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہیں۔ ان کے دماغ میں رطوبت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان سے نسیان بھی زیادہ واقع ہوتا ہے اور وہ بھول بھی جاتی ہیں۔ یہ ایک انسانی فطرت ہے۔ وگرنہ بعض عورتیں بڑی ذہین بھی ہوتی ہیں اور بعض عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے خاص صلاحیت بخشی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے بعض اوقات مردوں کے مقابلے میں زیادہ

ذہین بھی ثابت ہوتی ہیں۔ تاہم عام فطرت اور اکثریت کے اعتبار سے چونکہ عورت کا مزاج ''اعصابی'' ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اکثر بھول جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دماغی کیفیت ہی ایسی بنائی ہے۔ لہٰذا دو عورتوں کو ایک مرد کے مقابلے پر رکھا گیا ہے۔

۳...... عورتوں کے نقصان عقل اور مرد کے مقابلے میں نصف گواہی کی تائید آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ نے ایک خطبہ میں فرمایا: ''ما رأیت من ناقصات عقل ودین أغلب لذی لب منکن، قالت یا رسول الله! وما نقصان العقل والدین؟ قال: امانقصان العقل فشهادة امرأتین تعدل شهادة رجل، فهذا نقصان العقل، وتمکث اللیالی ما تصلی وتفطر فی رمضان فهذا نقصان الدین (صحیح مسلم ج۱ ص ٦٠) '' ﴿میں نے عقل اور دین کے اعتبار سے ناقصات میں سے ایسا کوئی نہیں دیکھا، جو تم میں سے صاحب عقل کی عقل کو کم کر دے۔ ایک خاتون نے عرض کیا۔ ہم ناقص عقل ودین کیوں ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے نقصان عقل کی وجہ یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے اور اس کے نقصان دین کی وجہ یہ ہے کہ وہ مہینے کے کچھ دنوں اور راتوں میں نماز نہیں پڑھتی اور رمضان میں روزہ نہیں رکھتی۔﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو عورتوں کی شہادت کا ایک مرد برابر ہونا حکم الٰہی ہے۔ البتہ اس کی حکمت آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ یہ ان کے نقصان عقل کی بناء پر ہے۔ دیکھا جائے تو آنحضرت ﷺ نے یہ وجہ اپنی طرف سے ارشاد نہیں فرمائی۔ بلکہ دراصل یہ قرآن کریم کی آیت: ''أن تضل احدهما فتذکر احدهما الأخریٰ'' کی تفسیر وتشریح ہے۔

لہٰذا جو لوگ عورت کی گواہی کے مسئلے پر اشکال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں نصف کیوں ہے؟ دیکھا جائے تو وہ لوگ حکم الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں۔

شاید کچھ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ خواتین ایسی نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کو سب باتیں خوب یاد رہتی ہیں تو وہ گواہی کے معاملے میں کیوں بھول سکتی ہیں؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ تجربے سے ثابت ہے کہ عموماً خواتین باتونی تو ہوتی ہیں۔ مگر وہ ادھر ادھر کی باتیں خوب یاد رکھتی ہیں۔ لیکن اصل بات اور معاملے کی جزئیات بھول جاتی ہیں۔

۴...... حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے عورت کی آدھی گواہی کے سلسلے میں ایک عجیب وغریب نکتہ ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''عجب نہیں کہ مجموعہ بنی آدم میں اوّل سے لے کر آخر تک دو تہائی عورتیں اور ایک تہائی مرد ہوں

اور حکم ازلی نے باعتبار جہت تقابل کے بھی وہی حساب ''للذکر مثل حظ الانثیین '' بٹھا کر ایک مرد کو دو عورتوں کے مقابل رکھا ہو۔'' (تفسیر معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ج ا ص ۵۳۹)

چنانچہ اگر اوّل سے آخر تک کی مردوں اور عورتوں کی تعداد کا کسی کو استحضار نہ بھی ہو تو دنیا بھر میں موجودہ عورتوں کی تعداد سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ آج دنیا بھر میں عورتیں مردوں کی نسبت بہت ہی زیادہ ہیں اور غالباً اسی تناسب سے اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی اور وراثت کو ایک مرد کے برابر رکھا ہے۔

ان تصریحات وتفصیلات کی روشنی میں واضح ہو جانا چاہئے کہ مرد کی نسبت عورت کی آدھی گواہی کا معاملہ کسی مسلمان کا خانہ زاد یا آنحضرت ﷺ کا وضع فرمودہ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اب جس کو اس پر اعتراض ہو۔ وہ ذات الٰہی سے ٹکر لے اور اللہ تعالیٰ سے خود ہی نمٹے۔

## عورت کا وراثت میں آدھا حصہ کیوں؟

۸...... ''والدین کی جائیداد سے عورت کو مرد کے مقابلے میں آدھا حصہ دینے کا کیوں حکم دیا؟ کیا عورت مرد کے مقابلے میں کمتر ہے؟''

جواب...... یہاں بھی یہ امر پیش نظر رہنا چاہئے کہ میراث میں مرد کے مقابلے میں عورت کو آدھا حصہ دینے کا حکم آنحضرت ﷺ نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''للذکر مثل حظ الانثیین (النساء:۱۱)'' ﴿دو عورتوں کا حصہ ایک مرد کے حصے کے برابر ہے۔﴾

بہرحال قادیانیوں کو تقسیم میراث کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی مخالفت اور انگریزوں کی حمایت میں مرد وزن کی مساوات کا راگ نہیں الاپنا چاہئے۔ بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی حق وانصاف پر مبنی تقسیم پر سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ یہ تو شاید قادیانیوں کو بھی معلوم ہوگا کہ انگریزی دور اقتدار میں خود اسی متحدہ ہندوستان میں قانون رائج ونافذ تھا کہ خواتین حق وراثت سے محروم تھیں اور وراثت کی جائیداد زمین وغیرہ ان کے نام منتقل نہیں ہوسکتی تھی۔ دور کیوں جایئے! اسی انگریزی قانون کی وجہ سے میرے حقیقی دادا کی جائیداد سے میری پھوپھیاں تک محروم رہیں۔ جنہیں ہندوستان کی آزادی اور قیام پاکستان کے بعد ان کا شرعی حصہ دیا جاسکا۔

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ قادیانیوں اور ان کے سرپرست عیسائیوں کو کبھی اس ظالمانہ قانون کے خلاف آواز اٹھانے کی توفیق ہوئی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں! تو انہیں اسلام کے عدل وانصاف پر مبنی قانون وراثت پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟

رہی یہ بات کہ اسلام نے خواتین کو وراثت میں مردوں کے مقابلے میں آدھا حصہ کیوں دیا؟ اور اس کی کیا حکمت ہے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ:

۱...... مرد، عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ چنانچہ اسی فضیلت کی وجہ سے مردوں کا حصہ دہرا اور خواتین کا حصہ اکہرا ہے۔

۲...... اسی کے ساتھ ہی مردوں کے دہرے حصے کی وجہ یہ بھی ارشاد فرمائی گئی ہے کہ مرد، عورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔ جب کہ عورتیں، مردوں پر خرچ نہیں کرتیں۔ اس لئے مردوں کو دہرا دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ''الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علیٰ بعض وبما انفقوا من اموالھم (النساء:۳۴)'' ﴿مرد حاکم ہیں عورتوں پر، اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال۔﴾

یعنی مرد، عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر ان کی ضرورتوں کے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔ گویا مردوں کو دہرا حصہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ مرد کے ذمے خرچہ نفقہ ہے اور عورت کے ذمے کسی قسم کا کوئی نفقہ خرچہ نہیں۔

اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو عورت کو جو کچھ ملتا ہے وہ صرف اور صرف اس کا ذاتی جیب خرچ ہے اور اس کی ضرورت سے کہیں زیادہ ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو عورت کو مرد کی نسبت کہیں زیادہ ملتا ہے۔ اس لئے کہ خاتون جب تک نابالغ ہو اس کا نفقہ خرچہ باپ، دادا، چچا، بھائی وغیرہ یا ان میں سے کوئی نہ ہو تو بیت المال کے ذمے ہے۔ جب وہ بالغ ہو جائے اور اس کا نکاح ہو جائے تو اس کے تمام اخراجات شوہر کے ذمے ہو جاتے ہیں۔ نکاح کے موقع پر اسے جو حق مہر ملتا ہے۔ وہ بھی خالص اس کا جیب خرچ ہوتا ہے۔ اسی طرح باپ کی وفات پر اسے اپنے بھائیوں کی نسبت جو نصف جائیداد ملتی ہے وہ بھی اس کی ذاتی ملکیت اور جیب خرچ ہوگی۔ اگر اولاد ہو جائے اور شوہر کا انتقال ہو جائے تو شوہر کی جائیداد سے ملنے والا آٹھواں حصہ بھی اس کی ذاتی ملکیت اور جیب خرچ ہی ہوگا۔ اسی طرح اگر کل کلاں بیٹے یا بیٹی کا انتقال ہو جائے تو ان کی جائیداد میں سے ملنے والا چھٹا حصہ بھی اس کی جیب ہی میں جائے گا۔ جب کہ اسلام نے عورت کو خرچ کرنے کا کہیں بھی ذمہ دار نہیں ٹھہرایا۔ اس کے مقابلے میں مرد کی ذمہ داریوں اور اخراجات کو دیکھا جائے تو وہ ہر جگہ خرچ ہی خرچ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ مثلاً نکاح کے وقت حق مہر کی ادائیگی، بیوی کا نان نفقہ، بوڑھے والدین، چھوٹی اولاد، چھوٹے اور یتیم بہن بھائیوں، سب کا نفقہ خرچہ اس

کے ذمے اور اس کے فرائض میں شامل ہے۔ اب عورت کے مقابلے میں مرد کی میراث کے دہرے حصے پر اعتراض کرنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ نفع میں عورت ہے یا مرد۔ عورت و مرد کی مذکورہ بالا ذمہ داریوں کے اعتبار سے بتلایا جائے کہ کس کا بینک بیلنس بڑھے گا؟ اور کون خرچ ہی خرچ کرتا رہے گا؟ کیا اب بھی اس تقسیم الٰہی پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق رہ جاتا ہے؟

## حضرت محمد ﷺ نے خود نو اور امت کو چار نکاح کا حکم کیوں دیا؟

۹...... ''حضرت محمد ﷺ نے خود نو شادیاں کیں اور باقی مسلمانوں کو چار پر قناعت کرنے کا حکم دیا؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟''

جواب...... آنحضرت ﷺ کے تعدد ازواج کے مسئلے پر عموماً یورپ کے مستشرقین اپنے تعصب، نادانی اور جہل مرکب کی وجہ سے اعتراض کیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ قادیانیوں نے بھی ان سے مرعوب ہوکر ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے ان کے اعتراض کو اپنے الفاظ میں نقل کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ اگر قادیانیوں کا اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے ذرہ بھر محبت وعقیدت کا تعلق ہوتا تو وہ ایسی دریدہ دہنی نہ کرتے۔ کیونکہ جس کو کسی سے محبت وعقیدت ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں وہ کسی اعتراض کے سننے کا روادار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب قادیانیوں کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی کے اخلاق سوز کردار پر بات کی جائے تو وہ اس کے سننے کے روادار نہیں ہوتے اور اگر بالفرض ان کو مرزا قادیانی کی کتب سے ایسے حقائق کے حوالے دکھائے جائیں تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں کہ حوالہ چیک کرنے کے بعد بات کریں گے۔

بہرحال قادیانیوں کے اشکال کہ آنحضرت ﷺ کے لئے چار سے زائد شادیاں اور نکاح کیونکر جائز تھے؟ کے سلسلے میں عرض ہے کہ:

الف...... آنحضرت ﷺ کی ذات کو اپنی سطح پر رکھ کر نہیں سوچنا چاہئے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے امتیازی اوصاف وخصوصیات سے نوازا تھا۔ اگر آج کفار ومستشرقین کو آنحضرت ﷺ کی شادیوں پر اعتراض ہے تو ان کے آباؤ اجداد اور مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کی بشریت، نبوت، معراج اور غیر معمولی کمالات پر بھی اعتراض تھا۔ لہٰذا ہمارے خیال میں آنحضرت ﷺ کی شادیوں پر اعتراض کرنے والے بھی دراصل آپ ﷺ کی ذات، صفات اور کمالات کے منکر ہیں۔ مگر براہ راست اس کا اظہار کرنے کی بجائے یورپی مستشرقین کی زبان میں عقلی احتمالات پیش کرکے اپنی معصومیت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔

ب...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کی چار سے زائد شادیوں کے جواب کا تعلق ہے۔ اس سلسلے

میں ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے نہایت عمدہ جواب لکھا ہے اور ممکنہ اشکالات کو خوبصورتی سے حل فرمایا ہے۔ لہٰذا اس عنوان پر اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرت شہیدؒ ہی کا جواب نقل کر دیا جائے۔ جو درج ذیل ہے:

''الغرض نکاح کے معاملے میں بھی آپ ﷺ کی بہت سی خصوصیات تھیں اور بیک وقت چار سے زائد بیویوں کا جمع کرنا بھی آپ ﷺ کی انہی خصوصیات میں شامل ہے۔ جس کی تصریح خود قرآن مجید میں موجود ہے۔''

حافظ سیوطیؒ (خصائص کبریٰ) میں لکھتے ہیں کہ: ''شریعت میں غلام کو صرف دو شادیوں کی اجازت ہے اور اس کے مقابلے میں آزاد آدمی کو چار شادیوں کی اجازت ہے۔ جب آزاد کو بمقابلہ غلام کے زیادہ شادیوں کی اجازت ہے۔ تو پھر آنحضرت ﷺ کو عام افراد امت سے زیادہ شادیوں کی کیوں اجازت نہ ہوتی؟''

متعدد انبیائے کرام علیہم السلام ایسے ہوئے ہیں۔ جن کی چار سے زیادہ شادیاں تھیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ ان کی سو بیویاں تھیں اور صحیح (بخاری ج۱ ص۳۹۵) میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو یا ننانوے بیویاں تھیں۔ بعض روایات میں کم و بیش تعداد بھی آئی ہے۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے ان روایات میں تطبیق کی ہے اور وہب بن منبہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہاں تین سو بیویاں اور سات سو کنیزیں تھیں۔ (فتح الباری ص۳۶۰)

بائبل میں اس کے برعکس یہ ذکر کیا گیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو کنیزیں تھیں۔ (سلاطین:۱۱۔۳)

ظاہر ہے کہ یہ حضرات ان تمام بیویوں کے حقوق ادا کرتے ہوں گے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کا نو ازواج مطہرات کے حقوق ادا کرنا ذرا بھی محل تعجب نہیں۔

آنحضرت ﷺ کی خصوصیات کے بارے میں یہ نکتہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت عطاء کی گئی تھی اور ہر جنتی کو سو آدمیوں کی طاقت عطاء کی جائے گی...... اس حساب سے آنحضرت ﷺ میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی۔ (فتح الباری ص۳۷۸)

جب امت کے ہر مریل سے مریل آدمی کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے تو آنحضرت ﷺ کے لئے جن میں چار ہزار پہلوانوں کی طاقت ودیعت کی گئی تھی، کم از کم سولہ ہزار

شادیوں کی اجازت ہونی چاہئے تھی۔

اس مسئلے پر ایک دوسرے پہلو سے بھی غور کرنا چاہئے کہ ایک داعی اپنی دعوت مردوں کے حلقے میں بلا تکلف پھیلا سکتا ہے۔ لیکن خواتین کے حلقے میں براہ راست دعوت نہیں پھیلا سکتا۔ حق تعالیٰ شانہ، نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ ہر شخص کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ جو جدید اصطلاح میں اس کی "پرائیویٹ سیکرٹری" کا کام دے سکیں اور خواتین کے حلقے میں اس کی دعوت کو پھیلا سکیں۔ جب ایک امتی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے یہ انتظام فرمایا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ جو قیامت تک تمام انسانیت کے نبی اور ہادی و مرشد تھے۔ قیامت تک پوری انسانیت کی سعادت جن کے قدموں سے وابستہ کر دی گئی تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت و رحمت سے امت کی خواتین کی اصلاح و تربیت کے لئے خصوصی انتظام فرمایا ہو تو اس پر ذرا بھی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ حکمت و ہدایت کا یہی تقاضا تھا۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کی خلوت و جلوت کی پوری زندگی کتاب ہدایت تھی۔ آپ ﷺ کی جلوت کے افعال و اقوال کو نقل کرنے والے تو ہزاروں صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ لیکن آپ ﷺ کی خلوت و تنہائی کے حالات امہات المؤمنین کے سوا اور کون نقل کر سکتا تھا؟ حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے ان خفی اور پوشیدہ گوشوں کو نقل کرنے کے لئے متعدد ازواج مطہرات کا انتظام فرما دیا۔ جن کی بدولت سیرت طیبہ کے خفی سے خفی گوشے بھی امت کے سامنے آ گئے اور آپ ﷺ کی خلوت و جلوت کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب بن گئی۔ جس کو ہر شخص ہر وقت ملاحظہ کر سکتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو کثرت ازواج اس لحاظ سے بھی معجزۂ نبوت ہے کہ مختلف مزاج اور مختلف قبائل کی متعدد خواتین آپ ﷺ کی نجی سے نجی زندگی کا شب و روز مشاہدہ کرتی ہیں اور وہ بیک زبان آپ ﷺ کے تقدس و طہارت، آپ ﷺ کی خشیت و تقویٰ، آپ ﷺ کے خلوص و للہیت اور آپ ﷺ کے پیغمبرانہ اخلاق و اعمال کی شہادت دیتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ آپ ﷺ کی نجی زندگی میں کوئی معمولی سا جھول اور کوئی ذرا سی بھی کجی ہوتی تو اتنی کثیر تعداد ازواج مطہراتؓ کی موجودگی میں وہ کبھی بھی مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔ آپ ﷺ کی نجی زندگی کی پاکیزگی کی یہ ایسی شہادت ہے جو بجائے خود دلیل صداقت اور معجزۂ نبوت ہے...... یہاں بطور نمونہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک فقرہ نقل کرتا ہوں۔ جس سے نجی زندگی میں آنحضرت ﷺ کے تقدس و طہارت اور پاکیزگی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا وہ فرماتی ہیں: "میں نے کبھی آنحضرت ﷺ کا ستر نہیں دیکھا اور نہ

آنحضرت ﷺ نے کبھی میرا ستر دیکھا۔"

کیا دنیا میں کوئی بیوی اپنے شوہر کے بارے میں یہ شہادت دے سکتی ہے کہ مدۃ العمر انہوں نے ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا؟ اور کیا اس اعلیٰ ترین اخلاق اور شرم وحیا کا نبی کی ذات کے سوا کوئی نمونہ مل سکتا ہے؟

غور کیجئے! کہ آنحضرت ﷺ کی نجی زندگی کے ان "مخفی محاسن" کو ازواج مطہراتؓ کے سوا کون نقل کر سکتا ہے؟ (آپ کے مسائل اوران کا حل ج۹ص۲۷۶)

## حق طلاق عورت کو کیوں نہیں دیا گیا؟

۱۰...... "شریعت محمدی میں مرد اگر تین بار طلاق کا لفظ ادا کر کے ازدواجی بندھن سے فوری آزادی حاصل کر سکتا ہے تو اسی طرح عورت کیوں نہیں کر سکتی؟"

جواب...... مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ نے مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ چنانچہ جسمانی ساخت سے لے کر ذہنی اور فکری استعداد تک وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے جسمانی ونفسیاتی پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کو اسی حساب سے تقسیم فرمایا ہے۔ مثلاً خواتین جسمانی اعتبار سے کمزور اور نرم ونازک ہوتی ہیں۔ جب کہ مردان کے مقابلے میں سخت جان اور محنت کش ہوتے ہیں۔ اس لئے شریعت مطہرہ اور اسلام نے خواتین کو بہت سی پر مشقت ذمہ داریوں سے آزاد رکھا ہے۔ مثلاً خواتین پر جمعہ نہیں، جماعت نہیں، جہاد نہیں، امامت نہیں، قیادت وسیادت نہیں اور کسب معاش نہیں، اسی فطری اور جسمانی ساخت کے اعتبار سے خواتین کو ماہواری آتی ہے۔ ان کو حمل ٹھہرتا ہے، وہ بچے جنتی ہیں، بچوں کو دودھ پلاتی ہیں۔ ان کی طبیعت میں مرد کی نسبت زیادہ متاثر ہونے کی استعداد وصلاحیت ہے۔ ان میں برداشت کا مادہ کم ہوتا ہے۔ ان کو غصہ بہت جلدی آتا ہے اور وہ اپنی فطری ضرورت کی تکمیل کی خاطر ماں باپ کا گھر چھوڑ کر اپنے شریک حیات کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزارتی ہیں، وغیرہ۔ اس لئے مرد کو قوام وحاکم اور عورت کو اس کے ماتحت اور دست نگر کا درجہ دیا گیا۔

اسلام نے ان کی انہیں فطری صلاحیتوں کے باعث ان پر کم سے کم بوجھ ڈالا ہے۔ چنانچہ اسلام نے خواتین کو کسب معاش کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اسے گھر کی ملکہ بنایا، گھر کی چار دیواری کے معاملات اس کے سپرد فرمائے اور گھر کی چار دیواری کے باہر تمام امور مرد کے ذمہ قرار دیئے، کسب معاش مرد کی ذمہ داری ہے۔ خاتون کے نان ،نفقہ، لباس، پوشاک، علاج معالجہ اور سکونت ورہائش کا انتظام بھی مرد کے ذمہ قرار دیا اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق وذمہ

داریوں کی طرف متوجہ فرما کر فرمایا:"ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة (البقرہ:۲۲۸)"یعنی ان خواتین کے حقوق بھی اسی طرح ہیں۔جس طرح ان پر مردوں کے حقوق ہیں۔معروف طریقے کے ساتھ،اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجے کی فضیلت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو ہنگامہ دنیا وبازار، تجارت، معاش، قیادت وسیادت حکومت وامامت کا ذمہ دار بنایا تو خواتین کو گھر میں رہتے ہوئے انسانیت سازی کا کارخانہ حوالہ کیا اور فرمایا گیا:"اذا صلت خمسها وصامت شهرها وأحصنت فرجها وأطاعت بعلها فلتدخل من أی أبواب الجنة شاء ت (مشکوٰۃ ص ۲۸۱)"

یعنی عورت گھر میں رہ کر اپنے اللہ، رسول کے حقوق بجالائے، پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہوجائے۔

مگر یورپ کے مستشرقین کو عورت کا یہ اعزاز، عزت وعظمت اور سکون واطمینان برداشت نہیں۔انہوں نے عورت کے حقوق کی پاسداری اور علم برداری کی آڑ میں اس کو گھر سے نکال کر ہنگامۂ بازار میں لاکھڑا کیا۔انہوں نے اس بے چاری سے اپنی فطری خواہشات تو پوری کیں۔مگر اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری سے جان چھڑانے کے لئے اسے بھی بازار وکارخانے کی راہ دکھائی۔

چنانچہ انہوں نے اپنے انہی مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر عورت کو یہ راہ سجھائی کہ جس طرح ہمارا کسی عورت سے دل بھر جاتا ہے اور ہم اسے ٹھوکر مار کر گھر سے نکال دیتے ہیں۔اسی طرح اگر عورت کا دل بھر جائے تو وہ بھی اپنی مرضی سے کسی دوسرے مرد کی راہ دیکھے۔دیکھا جائے تو اس خیر خواہی کے پیچھے بھی عورت دشمنی کا یہ راز پوشیدہ ہے کہ کل کلاں عورت کے اس دھتکارے جانے پر ہمیں کوئی مورد الزام نہ ٹھہرائے اور ہم نت نئی خاتون کو اپنی خواہش اور ہوس کا نشانہ بناتے پھریں۔اس سے اپنی جنسی ضرورت پوری کریں اور اسے چلتا کردیں۔یہی وجہ ہے کہ آج یورپ وامریکہ میں زنا کو نکاح پر ترجیح دی جاتی ہے۔کیونکہ نکاح کرنے کی صورت میں عورت، مرد کی جائیداد کی حقدار ہوجاتی ہے۔جب کہ زنا کاری کی غرض سے ایک ساتھ رہنے میں مرد پر عورت کے کوئی حقوق نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ اس کی جائیداد میں حصہ دار ہوتی ہے۔لہٰذا مرد جب چاہے اس کو دھکا دے کر فارغ کرسکتا ہے۔کیا کبھی عورت کے حقوق کی دہائی دینے والوں نے عورت

کے اس بدترین استحصال کے خلاف بھی آواز اٹھائی؟

جب کہ اسلام نے میاں بیوی کے نکاح کے بندھن کو زندگی بھر کا بندھن قرار دیا ہے۔
پھر چونکہ اندیشہ تھا کہ عورت اپنی فطری کمزوری، جلد بازی سے اس بندھن کو توڑ کر در، در کی ٹھوکریں نہ کھائے۔ اس لئے فرمایا کہ اس معاہدہ نکاح کے فسخ کا حق مرد کے پاس ہی رہنا چاہئے۔ چنانچہ اس عقد کو باقی رکھنے کے لئے خصوصی ہدایات دی گئیں اور فرمایا گیا کہ اگر خدانخواستہ خواتین کی جانب سے ایسی کسی کی کوتاہی کا مرحلہ درپیش ہو تو مردوں کو اس عقد کے توڑنے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ دونوں جانب کے بڑے بوڑھوں اور جانبین کے اکابر و بزرگوں کو بیچ میں ڈال کر اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ چنانچہ فرمایا گیا: "**والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً ان الله كان علياً كبيراً وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكماً من اهله وحكما من اهلها ان يريدا اصلاحاً يوفق الله بينهما ان الله كان عليماً خبيراً** (النساء:۳۴،۳۵)" ﴿اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو، تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو۔ پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی، بے شک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے، اگر یہ دونوں چاہیں کہ صلح کرا دیں تو اللہ موافقت کر دے گا ان دونوں میں بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔﴾

ہاں اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ عورت کا اس مرد کے ساتھ گزارا نہ ہو سکے یا شوہر ظلم و تشدد پر اتر آئے تو ایسی صورت میں عورت کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ اسلامی عدالت یا اپنے خاندان کے بزرگوں کے ذریعہ اس ظالم سے گلوخلاصی کرا سکتی ہے۔

اس ساری صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس میں عورت کی عزت، عصمت اور عظمت کے تحفظ کو یقینی بنانا مقصود ہے۔ کیونکہ نکاح کے بعد مرد کا تو کچھ نہیں جاتا۔ البتہ عورت کے لئے کئی قسم کی مشکلات کھڑی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً خود اس کا اپنا بے سہارا ہو جانا، اس کے بچوں کی پرورش، تعلیم، تربیت، ان کے مستقبل اور اس کے خاندان کی عزت و ناموس کا معاملہ وغیرہ۔ ایسے بے شمار مسائل، اس بندھن کے ٹوٹنے سے کھڑے ہو سکتے ہیں اور ان تمام مسائل سے براہ راست عورت ہی دوچار ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ عورت کو اس بندھن کے توڑنے

کا اختیار نہ دیا جائے۔ تا کہ وہ ان مشکلات سے بچ جائے۔ بتلایا جائے کہ یہ عورت کی خیر خواہی ہے یا بدخواہی؟

مگر ناس ہو یورپ اور مستشرقین کی اندھی تقلید کا کہ اس نے اپنے ذہنی غلاموں کو ایسا متاثر کیا کہ وہ ہر چیز کو ان کی عینک سے دیکھتے ہیں اور اسی زاویہ نگاہ سے اسلامی احکام پر نقد و تنقید کے نشتر چلاتے ہیں۔

بلاشبہ مرزائیوں کا یہ اعتراض بھی میرے خیال میں اپنے آقاؤں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔ ورنہ شاید وہ بھی اپنی خواتین کو حق طلاق دینے کے روادار نہیں ہوں گے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کی عورتیں کب کی ان پر دو حرف بھیج کر جا چکی ہوتیں۔

آخر میں ہم خواتین کے حق طلاق کا مطالبہ کرنے والوں سے یہ بھی پوچھنا چاہیں گے کہ اگر آپ ہی کی طرح کا کوئی عقل مند کل کلاں یہ اعتراض کر بیٹھے کہ:

۱...... اللہ تعالیٰ نے مردوں کی داڑھی بنائی ہے تو عورتوں کو اس سے کیوں محروم رکھا؟

۲...... عورت اور مرد کے جنسی اعضاء مختلف کیوں ہیں؟

۳...... ہر دفعہ خواتین ہی بچے کیوں جنتی ہیں؟ مردوں کو اس سے مستثنیٰ کیوں رکھا گیا؟

۴...... بچوں کو دودھ پہلانے کی ذمہ داری عورت پر کیوں رکھی گئی؟

۵...... عورت ہی کو حیض و نفاس کیوں آتا ہے؟

۶...... حمل اور وضع حمل کی تکلیف مردوں کو کیوں نہیں دی گئی؟

تو بتلایا جائے کہ آپ ان سوالوں کا کیا جواب دیں گے؟ یہی ناں کہ مردوں اور خواتین کی جسمانی ساخت اور فطری استعداد کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس کو جیسی صلاحیتیں عطاء فرمائی ہیں اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرمایا ہے۔ بالکل اسی طرح خواتین کے حق طلاق کے مطالبے کا بھی یہی جواب ہے کہ جس ذات نے عورت اور مرد کو پیدا فرمایا ہے اس نے ان کی صلاحیتوں اور جسمانی ساخت کے پیش نظر ہر ایک کے فرائض بھی تقسیم فرمائے ہیں۔ اس لئے اگر مردوں کے بچے نہ جننے، حمل، وضع حمل، رضاعت اور ان کو حیض و نفاس نہ آنے پر قادیانیوں اور ان کے روحانی آباء و اجداد...... یورپی مستشرقین کو کوئی اعتراض نہیں تو مردوں کے حق طلاق پر انہیں کیونکر اعتراض ہے؟

## تحلیل شرعی میں عورت ہی کیوں استعمال ہو؟

۱۱...... ”حضرت محمد ﷺ نے حلالہ کے قانون میں عورت کو کسی بے جان چیز یا بھیڑ بکری کی

طرح استعمال کئے جانے کا طریقہ کار کیوں وضع کیا ہے؟ طلاق مرد دے اور دوبارہ رجوع کرنا چاہے تو عورت پہلے کسی دوسرے آدمی کے نکاح میں دی جائے۔ وہ دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ جنسی عمل سے گزرے، پھر اس دوسرے شخص کی مرضی ہو۔ وہ طلاق دے تو عورت دوبارہ پہلے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے؟ یعنی اس پورے معاملے میں استعمال عورت کا ہی ہوا، مرد کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ اس میں کیا رمز پوشیدہ ہے؟"

جواب...... اگر دیکھا جائے تو قادیانیوں کا یہ اعتراض بھی سراسر بدنیتی اور جہالت پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ مروجہ حلالہ کے لئے عارضی نکاح کی آنحضرت ﷺ نے تعلیم و تلقین نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی قباحت وشناعت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ محض پہلے شوہر کے لئے عورت کو حلال کر کے طلاق دینے والے حلالہ کنندہ اور ایسا حلالہ کرانے والے دونوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "عن ابن عباسؓ لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له (مسند احمد ج۱ ص ۴۵۰)" ﴿اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی اور حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر۔﴾

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تین طلاق دینے کے بعد خاتون اپنے شوہر کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور بلا تحلیل شرعی ان دونوں کا آپس میں دوبارہ نکاح اور ملاپ نہیں ہو سکتا تو یہ قرآن کریم کا مسئلہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

الف...... "الطلاق مرتان فامساك بمعروف اوتسريح باحسان (البقره:۲۲۹)" ﴿طلاق رجعی ہے۔ دو بار تک اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے۔﴾

ب...... "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتىٰ تنكح زوجاً غيره (البقره:۲۳۰)" ﴿پھر اگر اس عورت کو طلاق دے یعنی تیسری بار، تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا۔﴾

دراصل اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے نکاح کے اس بندھن کے توڑنے کے حق میں نہیں ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ایک ہنستا بستا گھرانا طلاق کی وجہ سے اجڑ جائے۔ اس لئے طلاق اگرچہ مباح ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مباح وجائز چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض وناپسندیدہ ہے۔ اس لئے اس بندھن کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین طلاق کو آخری حد قرار دیا ہے۔ جب کہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد نکاح ثانی کے بغیر مرد کے دوبارہ رجوع کرنے کے حق

کو برقرار رکھا گیا۔لیکن اگر کوئی انتہاء پسند اپنی عجلت پسندی اور حماقت سے اس حد کو بھی پار کر جائے تو اس پر کوئی تعزیر اور تازیانہ ضرور ہونا چاہئے اور وہ تعزیر و تازیانہ یہ مقرر فرمایا کہ تم نے چونکہ اپنی بیوی کو بے قدر چیز اور نکاح کو کھیل بنا رکھا تھا۔اس لئے تیسری طلاق کے بعد اب تمہارا عورت پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تیسری طلاق کی حد پار کرنے والے پر جب تعزیر و تازیانے کے طور پر اس کی بیوی کو اس پر حرام قرار دے دیا گیا۔تو دوسرے نکاح کے بعد وہ عورت اس کے لئے حلال کیوں قرار دے دی گئی؟اس سلسلے میں حافظ ابن قیمؒ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''اعلام الموقعین'' میں اس کی نہایت خوبصورت حکمت علت بیان فرمائی ہے۔چنانچہ حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:''تین طلاق کے بعد مرد پر عورت کے حرام ہونے اور دوسرے نکاح کے بعد پھر پہلے مرد پر جائز ہونے کی حکمت کو وہی جانتا ہے جس کو اسرار شریعت اور مصالح کلیہ الٰہیہ سے واقفیت ہو۔ پس واضح ہو کہ اس امر میں شریعتیں بحسب مصالح ہر زمانہ اور ہر امت کے لئے مختلف رہی ہیں۔ شریعت توراۃ نے طلاق کے بعد جب تک عورت دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔پہلے مرد کا رجوع اس کے ساتھ جائز رکھا تھا اور جب وہ دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی تو پہلے شخص کو اس عورت سے کسی صورت میں رجوع جائز نہ تھا۔اس امر میں جو حکمت و مصلحت الٰہی ہے۔ظاہر ہے کیونکہ جب مرد جانے گا کہ اگر میں نے عورت کو طلاق دے دی تو اس کو پھر اپنا اختیار ہو جائے گا اور اس کے لئے دوسرا نکاح کرنا بھی جائز ہو جائے گا اور پھر جب اس نے دوسرا نکاح کر لیا تو مجھ پر ہمیشہ کے لئے یہ عورت حرام ہو جائے گی۔تو ان امور خاصہ کے تصور سے مرد کا عورت سے تعلق و تمسک پختہ ہوتا تھا اور عورت کی جدائی کو ناگوار جانتا تھا۔شریعت توراۃ بحسب حال مزاج امت موسوی نازل ہوئی تھی۔کیونکہ تشدد اور غصہ اور اس پر اصرار کرنا ان میں بہت تھا۔پھر شریعت انجیلی آئی تو اس نے نکاح کے بعد طلاق کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔جب مرد کسی عورت سے نکاح کر لیتا تو اس کے لئے عورت کو طلاق دینا ہرگز جائز نہ تھا۔

پھر شریعت محمدیہ آسمان سے نازل ہوئی جو کہ سب شریعتوں سے اکمل، افضل، اعلیٰ اور پختہ تر ہے اور انسانوں کے مصالح، معاش و معاد کے زیادہ مناسب اور عقل کے زیادہ موافق ہے۔خدا تعالیٰ نے اس امت کا دین کامل اور ان پر اپنی نعمت پوری کی اور طیبات میں سے اس امت کے لئے بعض وہ چیزیں حلال ٹھہرائیں جو کسی امت کے لئے حلال نہیں تھیں۔ چنانچہ مرد کے لئے جائز ہوا کہ بحسب ضرورت چار عورت تک سے نکاح کر سکے۔پھر اگر مرد

دعورت میں نہ بنے تو مرد کو اجازت دی کہ اس کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کر لے۔ کیونکہ جب پہلی عورت موافق طبع نہ ہو یا اس سے کوئی فساد واقع ہو اور وہ اس سے باز نہ آئے تو شریعت اسلامیہ نے ایسی عورت کو مرد کے ہاتھ، پاؤں اور گردن کی زنجیر بنا کر اس میں جکڑنا اور اس کی کمر توڑنے والا بوجھ بنانا تجویز نہیں کیا اور نہ اس دنیا میں مرد کے ساتھ ایسی عورت کو رکھ کر اس کی دنیا کو دوزخ بنانا چاہا ہے۔

لہٰذا خدا تعالیٰ نے ایسی عورت کی جدائی مشروع فرمائی اور وہ جدائی بھی اس طرح مشروع فرمائی کہ مرد، عورت کو ایک طلاق دے۔ پھر عورت تین طہر یا تین ماہ تک اس مرد کے رجوع کا انتظار کرے تا کہ اگر عورت سدھر جائے اور شرارت سے باز آ جائے اور مرد کو اس عورت کی خواہش ہو جائے۔ یعنی خدائے مصرف القلوب عورت کی طرف مرد کے دل کو راغب کر دے تو مرد کو عورت کی طرف رجوع کرنے کا دروازہ بھی مفتوح رہے۔ تا کہ مرد عورت سے رجوع کر سکے اور جس امر کو غصے اور شیطانی جوش نے اس کے ہاتھ سے نکال دیا تھا۔ اس کو مل سکے اور چونکہ ایک طلاق کے بعد پھر بھی جانبین کی طبعی غلبات اور شیطانی چھیڑ چھاڑ کا اعادہ ممکن تھا۔ اس لئے دوسری طلاق مدت مذکورہ کے اندر مشروع ہوئی۔ تا کہ عورت بار بار کی طلاق کی تلخی کا ذائقہ چکھ کر اور خرابی خانہ کو دیکھ کر دوبارہ اس قبیحہ کا اعادہ نہ کرے۔ جس سے اس کے خاوند کو غصہ آوے اور اس کے لئے جدائی کا باعث ہو اور مرد بھی عورت کی جدائی محسوس کر کے عورت کو طلاق نہ دے۔

اور جب اس طرح تیسری طلاق کی نوبت آ پہنچے تو اب یہ وہ طلاق ہے جس کے بعد خدا کا یہ حکم ہے کہ اس مرد کا رجوع اس عورت مطلقہ ثلاثہ سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جانبین کو کہا جاتا ہے کہ پہلی اور دوسری طلاق تک تمہارا آپس میں رجوع ممکن تھا۔ اب تیسری طلاق کے بعد رجوع نہ ہو سکے گا تو اس قانون کے مقرر ہونے سے وہ دونوں سدھر جائیں گے۔ کیونکہ جب مرد کو یہ تصور ہو گا کہ تیسری طلاق اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان بالکل جدائی ڈالنے والی ہے تو وہ طلاق دینے سے باز رہے گا۔ کیونکہ جب اس کو اس بات کا علم ہو گا کہ اب تیسری طلاق کے بعد یہ عورت مجھ پر دوسرے شخص کے شرعی، معروف و مشہور نکاح اور اس کی طلاق و عدت کے بغیر حلال نہ ہو سکے گی اور دوسرے شخص کے نکاح سے عورت کا علیحدہ ہونا بھی یقینی نہیں۔ پھر دوسرے نکاح کے بعد بھی جب تک دوسرا خاوند اس کے ساتھ دخول نہ کر لے۔ پھر اس کے بعد یا تو وہ مر جائے یا برضا و رغبت خود اسے طلاق دے دے اور وہ عورت عدت نہ گزار لے۔ تب تک وہ اس کی طرف رجوع نہ کر سکے گا۔ تو اس وقت مرد کو اس رجوع کی ناامیدی کے خیال سے اور اس احساس سے ایک

دور اندیشی پیدا ہوگی اور وہ خدا تعالیٰ کی ناپسندیدہ ترین مباح یعنی طلاق دینے سے باز رہے گا۔
اسی طرح جب عورت کو اس عدم رجوع کی واقفیت ہوگی تو اس کے اخلاق بھی درست رہیں گے اور
اس سے ان کی آپس میں اصلاح ہو سکے گی اور اس نکاح ثانی کے متعلق نبی علیہ السلام نے اس
طرح تاکید فرمائی کہ وہ نکاح ہمیشہ کے لئے ہو۔ پس اگر دوسرا شخص اس عورت سے اپنے پاس
ہمیشہ رکھنے کے ارادہ سے نکاح نہ کرے۔ بلکہ خاص حلالہ ہی کے لئے کرے تو آنحضرت ﷺ نے
اس شخص پر لعنت فرمائی ہے اور جب پہلا شخص اس قسم کے حلالہ کے لئے کسی کو رضامند کرے تو اس
پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

تو شرعی حلالہ وہ ہے کہ جس میں خود ایسے اسباب پیدا ہو جائیں کہ جس طرح پہلے خاوند
نے اتفاقاً عورت کو طلاق دی تھی۔ اسی طرح دوسرا بھی طلاق دے یا مر جائے تو عورت کا عدت
کے بعد پہلے خاوند کی طرف بلا کراہت رجوع درست ہے۔

پس اتنی سخت رکاوٹوں کے بعد پہلے خاوند کی طرف رجوع کے جواز کی وجہ مذکورہ بالا
تفصیلات سے ظاہر و باہر ہے کہ اس میں عورت اور نکاح کی عزت و عظمت اور نعمت الٰہی کے شکر،
نکاح کے دوام اور اس تعلق کے نہ ٹوٹنے کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ جب خاوند کو عورت کی
جدائی سے اس کے دوبارہ ملاپ کے درمیان اتنی ساری رکاوٹیں حائل ہوتی محسوس ہوں گی تو وہ
تیسری طلاق تک نوبت نہیں پہنچائے گا۔"

(بحوالہ احکام اسلام عقل کی نظر میں از حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)

رہی یہ بات کہ اس سلسلے میں عورت ہی کو ان تمام مراحل سے کیوں گزارا گیا؟ اس سلسلے
میں عرض ہے کہ شوہر ثانی سے نکاح کی شرط میں شوہر اوّل کو اس مفارقت وجدائی کا مزہ چکھانا
مقصود ہے اور یہ جتلانا مقصود ہے کہ بلا کسی ضرورت مصلحت اور سوچے سمجھے طلاق دینے اور اپنے
نفس کی خواہش سے مغلوب ہو کر اپنی بیوی کو علیحدہ کرنے کا یہ عذاب ہے۔ کیونکہ کوئی باغیرت مرد
اس قدر اپنی تذلیل کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے کسی غلط عمل کی وجہ سے اس کی بیوی دوسرے
مرد سے نکاح کرے۔ اس کے بستر کی زینت بنے اور پھر وہ دوبارہ اس کے نکاح میں آئے۔

دیکھا جائے تو اس میں بھی اس خاتون کی عزت و تکریم کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لئے
کہ طلاق دہندہ مرد کو باور کرایا جا رہا ہے کہ جس کو تم نے بے قدر سمجھا تھا۔ وہ ایسی بے قدر نہیں
ہے۔ بلکہ وہ تو کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے باعزت زندگی گزار سکتی ہے۔ لیکن جب دوسرا
شوہر اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے دے یا وہ مر جائے اور پھر پہلا شوہر اس سے نکاح کی رغبت

کرے گا تو آئندہ وہ اس عورت کی پہلے جیسی ناقدری نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ اسے عزت وعظمت کا مقام دے گا۔ اب بتلایا جائے کہ اس میں مرد کی توہین وتذلیل زیادہ ہے یا عورت کی؟

افسوس کہ اس فطری مسئلے پر اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جن کے ہاں عورت محض شہوت رانی کا ایک ذریعہ ہے اور وہ اسے کسی شمع محفل اور داشتہ سے زیادہ حیثیت دینے کے روادار نہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے یہ سوال دراصل اپنے آباء واجداد...... یورپی مستشرقین سے مرعوبیت اور ان کی ہم نوائی کا شاخسانہ ہے اور بس!

## قانون دیت سے قاتل کا تحفظ نہیں؟

۱۲...... ''حضرت محمد ﷺ نے قصاص و دیت کا قانون کیوں وضع کیا؟ مثال کے طور پر اگر میں قتل کر دیا جاتا ہوں اور میرے اپنی بیوی یا بہن بھائیوں سے اختلافات ہیں تو لازماً ان کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ میرے بدلے میں زیادہ سے زیادہ خون بہا لے کر میرے قاتل سے صلح کر لیں اور باقی عمر عیش کریں۔ میں تو اپنی جان سے گیا۔ میرے قاتل کو پیسوں کے عوض یا اس کے بغیر معاف کرنے کا حق کسی اور کو کیوں تفویض کیا گیا؟ کیا اس طرح سزا سے بچ جانے پر قاتل کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی؟ کیا پیسے کے بل بوتے پر وہ مزید قتال کے لئے اس معاشرے میں آزاد نہیں ہوگا؟ پچھلے دنوں سعودی عرب میں ایک شیخ، ایک پاکستانی کو قتل کر کے سزا سے بچ گیا۔ کیونکہ مقتول کے اہل خانہ نے کافی دینار لے کر قاتل کو معاف کر دیا تھا۔ اس قانون کے نتیجے میں صرف وہ قاتل سزا پاتا ہے۔ جس کے پاس قصاص کے نام پر دینے کو کچھ نہ ہو۔ پاکستان ہی کی مثال لے لیں۔ قیام سے لے کر اب تک باحیثیت افراد میں سے صرف گنتی کے چند اشخاص کو قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا ملی۔ وہ بھی اس وجہ سے کہ مقتول کے ورثاء قاتل کی نسبت کہیں زیادہ دولت مند تھے۔ لہٰذا انہوں نے خون بہا کی پیشکش ٹھکرا دی۔ اس قانون کا افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ جب کوئی باحیثیت شخص کسی کا قتل کر دیتا ہے تو قاتل کے اہل وعیال ورشتہ دار مقتول کے ورثاء پر طرح طرح سے دباؤ ڈالتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں۔ جس پر ورثاء قاتل کو معاف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کیا حضرت محمد ﷺ نے اس قانون کو وضع کر کے ایک امیر شخص کو براہ راست ''قتل کا لائسنس'' جاری نہیں کیا؟''

جواب...... اس سوال کے جواب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ کسی انسان کے ہاتھوں دوسرے انسان کے قتل ہو جانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی نے جان بوجھ کو کسی کو جان سے مار دیا۔ دوم یہ کہ وہ کسی شکار وغیرہ کو مارنا چاہتا تھا۔ مگر غلطی سے اس کے نشانے پر کوئی انسان آ گیا اور وہ مر گیا۔ یا

اس نے سمجھا کہ سامنے والا ہیولا شبیہ کسی جنگلی جانور یا شکار کی ہے۔ مگر اتفاق سے وہ کوئی انسان تھا جو شکاری کی گولی کا نشانہ بن کر مر گیا۔ پہلی صورت کو ''قتل عمد'' کہتے ہیں۔ جس کی سزا قصاص ہے۔ دوسری صورت ''قتل خطاء'' کی ہے اور اس کی سزا دیت اور خوں بہا ہے۔ قتل عمد اگر مقتول کے وارث قصاص لینے کی بجائے فی سبیل اللہ! یا خوں بہا لے کر قاتل کی جان بخشی کرنا چاہیں تو شریعت نے ان کو اختیار دیا ہے..... مگر اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ اگر بالفرض قاتل، قصاص سے بچ جائے تو حکومت بھی اس کو اس کی اس درندگی پر کوئی سزا نہ دے۔ یا اس کی درندگی کی روک تھام کے لئے اسے کسی مناسب تعزیر سے بھی بری قرار دے دے۔ یہی وہ صورت ہے جس پر قادیانیوں کو اعتراض ہے۔

مگر افسوس! کہ ان کا اعتراض کسی واقعی اور عقلی شبہ کی بناء پر نہیں ہے۔ بلکہ محض اپنے یورپی آقاؤں اور عیسائی محسنوں کی ہم نوائی اور خوشنودی حاصل کرنے کی ناکام کوشش ہے۔

اس لئے کہ قانون دیت وقصاص جو دراصل قتل وغارت گری کے سدباب کا بہترین ومؤثر ذریعہ ہے۔ اس میں محض فرضی احتمالات کے ذریعے کیڑے نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو قصاص ودیت کے اس قانون کے نفاذ اور اس پر عمل درآمد کی صورت میں کسی طالع آزما کو کسی معصوم کی جان سے کھیلنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

اس لئے کہ اگر گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ قاتل نے جان بوجھ کر اس جرم کا ارتکاب کیا ہے تو اس کو قصاصاً قتل کیا جائے گا اور اگر کوئی قاتل اپنے اس جرم کی وجہ سے کیفر کردار کو پہنچ جائے تو اس سے پورے معاشرے کو قتل وغارت گری سے نجات مل جائے گی اور آئندہ کسی قاتل کو اس گھناؤنے جرم کے ارتکاب سے پہلے سو بار سوچنا ہوگا کہ میں جو کام کرنے جارہا ہوں۔ اس کی سزا میں خود بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ لہٰذا اس جرم کے ارتکاب کا معنی یہ ہے کہ میں اپنی موت کے پروانے پر دستخط کرنے جارہا ہوں۔ اسی کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے: ''ولکم فی القصاص حیوٰۃ یاولی الالباب (البقرہ:۱۷۹)'' ﴿اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے۔ اے عقلمندو!﴾

لیکن اگر قتل کی کسی واردات میں شواہد، قرائن اور گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ واقعی، قاتل نے عمداً اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا تو اس صورت میں قاتل کو قصاصاً قتل تو نہیں کیا جائے گا۔ مگر چونکہ قاتل کی ہی غلطی سے مقتول کی جان ضائع ہوئی ہے۔ اس لئے بطور سزا اس پر یہ تاوان رکھا گیا ہے کہ مقتول کے ورثاء کی اشک شوئی کے طور پر وہ مقتول کے وارثوں کو ایک انسانی جان کی

قیمت سو اونٹ یا ان کی قیمت ادا کرے گا۔ مثلاً آج اگر ایک اونٹ کی قیمت ۲۵ ہزار روپے ہے تو سو اونٹ کی قیمت ۲۵ لاکھ روپے ہوگی۔ بھلا جو شخص ایک بار اپنی غلطی کی سزا ۲۵ لاکھ کی ادائیگی کی شکل میں بھگت لے گا۔ وہ آئندہ کتنا محتاط ہو جائے گا؟ اور اس کی نگاہ میں انسانی جان کی کتنی قدر و قیمت ہوگی؟

پھر چونکہ کسی مسلمان کا قتل معاشرے کا انتہائی گھناؤنا جرم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت ہی مبغوض و ناپسندیدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: "ومن یقتل مؤمنا متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا (النساء:۹۳)" ﴿اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے۔ پڑا رہے گا اسی میں۔﴾

اگرچہ جمہور علمائے امت اس کے قائل ہیں کہ کفر و شرک کے علاوہ ہر جرم معاف ہو سکتا ہے اور کسی جرم کی سزا ہمیشہ کے لئے جہنم کی شکل میں نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ جسے چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔" (النساء:۴۸) مگر بہرحال اتنا تو ضرور ہے کہ ایسا شخص اگر بغیر توبہ کے مرگیا تو اسے کافی عرصے تک جہنم میں جلنا ہوگا۔ "خالداً فیھا" کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ایک عرصے تک اسے جہنم کی سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اس لئے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قاتل کا قصاصاً قتل ہو جانا یا دیت کا ادا کر دینا اس کی آخرت کی سزا کا بدل نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو ان دنیاوی سزاؤں کا سامنا کرنے کے بعد آخرت کی سزا سے بچنے کے لئے خلوص و اخلاص اور صدق دل سے توبہ بھی کرنا ہوگی۔ ورنہ اسے آخرت کی سزا کا بہرحال سامنا کرنا ہوگا۔

مگر چونکہ قتل کے جرم میں حق تعالیٰ کے ساتھ حق عبد بھی شامل ہے۔ اس لئے دنیاوی طور پر اس حق عبد کی وصولی کا اختیار مقتول کے ورثاء کو ہی حاصل ہے۔ اگر وہ دعویٰ کریں گے تو شریعت ان کو ان کا حق دلائے گی اور اگر وہ اپنے اس حق سے دستبردار ہونا چاہیں تو عقل و دیانت اور دین و شریعت انہیں اپنے اس حق کی وصولی پر مجبور بھی نہیں کرے گی۔ بلکہ مہذب دنیا کے کسی قانون میں یہ بات شامل نہیں کہ کوئی آدمی اپنے حق سے دستبردار ہونا چاہئے اور قانون اسے دستبردار نہ ہونے دے۔

لہٰذا قادیانیوں اور ان کے ولیان نعمت عیسائیوں اور یورپ کے مستشرقین کی جانب سے یہ خدشہ پیش کر کے اس قانون دیت و قصاص پر اعتراض کرنا کہ: "اگر مقتول کے وارثوں

کی مقتول سے لڑائی اور اختلاف ہو تو ان کی پہلی کوشش ہوگی کہ مقتول کے قتل کے بدلے زیادہ سے زیادہ خون بہا لے کر صلح کر لیں اور زندگی بھر مزے کریں۔ نہایت سفاہت و دنائت پر مشتمل ہے۔"

اس لئے کہ اگر محض ان مفروضوں کی بناء پر کسی قانون کو مورد الزام ٹھہرا کر اس کی افادیت کا انکار کیا جائے تو بتلایا جائے کہ کون سا قانون اس سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا ہو تو کیا دنیا میں کہیں عدل و انصاف اور جرم و سزا کا قانون روبہ عمل ہوگا؟ اگر جواب نفی میں ہے تو بتلایا جائے کہ کون سی عدالت، کون سا جج، کون سا وکیل، کون سی عدلیہ بلکہ ملک کا صدر، وزیر اعظم یا بڑے سے بڑا عہدیدار اس بدگمانی سے مستثنیٰ یا محفوظ رہ سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر دنیا میں جرم و سزا کا قانون کیونکر نافذ ہو سکے گا؟ کیا دنیا میں کہیں عدل و انصاف کا وجود ہوگا؟

قادیانیو! ذرا عقل و ہوش کے ناخن لو! اور اپنے یورپی محسنوں کی اندھی تقلید میں اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ پر ایسے لچر اعتراض نہ کرو کہ خود دنیائے کفر بھی تمہارے منہ پر تھوکنے پر مجبور ہو جائے۔

## کیا ایسے سوالات پوچھنا بھی توہین رسالت ہے؟

۱۳...... "اور اسی طرح کے بے شمار سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیا ان کے بارے میں پوچھنا توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے؟"

جواب...... اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جس طرح پوری مہذب دنیا کا اصول ہے کہ جب تک کسی شخص کا زبان، بیان، اشارے، کنائے اور شواہد و قرائن سے مجرم ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ اس وقت تک وہ کسی سزا کا مستوجب نہیں ٹھہرتا۔ ٹھیک اسی طرح دین اسلام کا بھی یہی اصول ہے کہ جب تک کسی شخص کی گستاخی اور جرم قول، فعل، زبان، بیان اشارے کنائے اور عمل کا روپ نہ دھار لے، اس وقت تک اسے مجرم باور نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ: "انا نجد فی أنفسنا ما یتعاظم أحدنا ان یتکلم به، قال أوقد وجدتموه؟ قالوا: نعم! قال: ذاك صریح الایمان" (مشکوٰۃ ص۱۸، بحوالہ صحیح مسلم)

یارسول اللہ! ایسے ایسے برے خیالات آتے ہیں کہ گردن کٹانا تو گوارا مگر ان کا زبان پر لانا برداشت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی تو ایمان ہے۔ یعنی اگر بلا اختیار دل میں ایسے خیالات آئیں اور ان کو زبان پر نہ لایا جائے۔ نہ تو وہ جرم ہیں اور نہ ہی توہین رسالت کے زمرے میں آئیں گے۔

اس تمہید کے بعد اب سمجھئے کہ جب تک سائل کے ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات نے زبان و بیان کے اظہار کی شکل اختیار نہیں کی تھی۔ وہ کسی جرم کے دائرے میں نہیں آتے تھے۔ مگر اب جب کہ سائل نے نہایت توہین وتنقیص کے انداز میں ان خیالات کو اظہار کا جامہ پہنا کر ان کے ذریعے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو تنقید کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے تو بلاشبہ یہ انداز توہین رسالت کے زمرے میں آئے گا۔ جس کا واضح قرینہ سائل کا توہین وتنقیص پر مبنی اگلا چودھواں سوال ہے۔ جس میں اس نے اس کا برملا اظہار کیا ہے کہ: ''حضرت محمد ﷺ جب ایک رات میں ساتوں آسمانوں کی سیر کر سکتے ہیں۔ چاند کو دو ٹکڑے کر سکتے ہیں۔ اتنے بڑے مذہب کے بانی اور خدا کے سب سے قریبی نبی ہیں تو کیا وہ مجھے ان سوالات کی پاداش میں مناسب سزا نہیں دے سکتے؟''

گویا سائل نے نہایت جرأت، ڈھٹائی، بے باکی اور گستاخی کے انداز میں، آنحضرت ﷺ کے معجزۂ معراج، شق قمر، خدا تعالیٰ کے قرب اور اسلام کے بانی ہونے کا صاف انکار کیا ہے۔ اس کے علاوہ سائل نے تضحیک کے انداز میں اپنی اس گستاخی پر براہ راست آنحضرت ﷺ سے سزا پانے کا مطالبہ کر کے گویا یہ باور کرانے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ اس گستاخی پر تم تو کیا تمہارے جلیل القدر نبی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بتلایا جائے کہ یہ گستاخی اور توہین رسالت کے زمرے میں کیونکر نہیں آئے گا؟ شاید سائل اور اس کے ہم نواؤں کو ہماری گزارشات یوں سمجھ نہ آئیں تو ہم ان کو یہ معاملہ ایک مثال سے سمجھائے دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ:

اگر کوئی شخص صدر پاکستان جناب جنرل پرویز مشرف کے بارے میں کہے کہ اس نے فلاں کام غلط کیا؟ فلاں معاملہ اس کا درست نہیں تھا۔ اس نے اقرباء پروری سے کام لیا۔ اس نے اپنے مفادات کی خاطر اور اپنے اقتدار و مقبولیت کی خاطر یہ غلط کام کئے اور پھر آخر میں یہ کہے کہ اس قسم کے سوالات میرے ذہن میں آتے ہیں۔ کیا ان کا زبان پر لانا صدر کی توہین کے زمرے میں آئے گا؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو صدر صاحب اتنے بڑے عہدے کے حامل ہیں اور حاضر سروس جنرل اور پاکستان کے صدر بھی ہیں تو کیا وہ مجھے ان سوالات واشکالات کی پاداش میں مناسب سزا نہیں دے سکتے؟ بتلایا جائے کہ کسی منچلے کا ایسا انداز صدر کی گستاخی میں آئے گا یا نہیں؟

## اتنا بڑے محمد ﷺ توہین رسالت کی سزا خود کیوں نہیں دے سکتے؟

۱۴...... ''جو حضرات ''ہاں'' کہیں گے۔ ان سے صرف یہی عرض کر سکتا ہوں کہ حضرت

محمد ﷺ جب ایک رات میں ساتوں آسمانوں کی سیر کر سکتے ہیں۔ چاند کو دو ٹکڑے کر سکتے ہیں۔ اتنے بڑے مذہب کے بانی اور خدا کے سب سے قریبی نبی ہیں تو کیا وہ خود مجھے ان سوالات کی پاداش میں مناسب سزا نہیں دے سکتے؟ اگر ہاں! تو اے میرے مسلمان بھائیو! مجھ پر اور میری طرح کے دیگر انسان مسلمانوں پر رحم کرو اور حضرت محمد ﷺ کو موقع دو کہ وہ خود ہی ہمارے لئے کچھ نہ کچھ مناسب سزا تجویز فرمادیں گے۔"

جواب...... جیسا کہ تیرھویں سوال کے جواب میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ سائل کا یہ سوال اور سوال کا انداز! نہایت گستاخی، بے ادبی اور ڈھٹائی پر مشتمل ہے اور یہ بلاشبہ آنحضرت ﷺ کی ایذارسانی کے زمرے میں آتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی ایذارسانی کا باعث ہوں ان پر دنیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (الاحزاب:۵۷)

سائل کا یہ کہنا کہ: "میرے مسلمان بھائیو! مجھ پر اور دیگر انسانوں پر رحم کرو اور حضرت محمد ﷺ کو موقع دو کہ وہ خود ہمارے لئے مناسب سزا تجویز کریں۔" بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی گستاخ، کسی ملک کے سربراہ یا صدر کی بدترین گستاخی کا ارتکاب کرے اور وہاں کی انتظامیہ اور پولیس سے کہے کہ مجھ پر رحم کرو اور ملک کے صدر یا سربراہ کو موقع دو کہ وہ میرے لئے کوئی مناسب سزا تجویز کرے۔ کیا خیال ہے اس ملک کی انتظامیہ اور پولیس اس کا راستہ چھوڑ دے گی؟ یا یہ کہہ کر اسے کیفر کردار تک پہنچائے گی کہ اس گستاخی کی سزا صدر یا سربراہ مملکت نہیں بلکہ ملکی قانون و دستور کی روشنی میں ہم ہی نافذ کریں گے؟

بتلایا جائے کہ امریکا بہادر کے نام نہاد "مسلمان باغیوں" کو افغانستان و عراق سے پکڑ کر اور گوانتانا موبے لے جا کر ان کی اس "گستاخی" کی سزا صدر بش خود دے رہے ہیں یا اس کے آلۂ کار؟

بلاشبہ توہین رسالت کا قانون آج سے چودہ سو سال پہلے مرتب ہو چکا ہے اور گزشتہ چودہ صدیوں سے اس پر عمل ہوتا آرہا ہے اور پاکستان میں بھی ۱۹۸۴ء کے ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعے اس کا نفاذ ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس گستاخ سائل سے ہم کہنا چاہیں گے کہ آنحضرت ﷺ کی جگہ آپ ﷺ کے خدام ہی تمہاری "خدمت" کے لئے موجود ہیں۔ اپنے شیش محل سے نکل کر سامنے آکر گستاخی کیجئے اور اپنا تماشا دیکھئے۔

## کسی کو سوچ کی بنا پر کیوں کافر قرار دیا جاتا ہے؟

۱۵...... "یاد رکھو! ایک مسلمان کا خون دوسرے پر حرام ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ ایک

مسلمان کو صرف اس کی سوچ اور عقائد کی بناء پر کافر قرار دے دے۔ یہ تو تھا اسلامی فرمان، اب ایک انسانی فرمان بھی سن لیں کہ "دنیا کے کسی بھی مذہب سے کہیں زیادہ انسانی جان قیمتی ہے۔"

وما الینا الا البلاغ (نقل مطابق اصل۔ناقل!)"

جواب...... جی ہاں! ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے اور اسلام نے ہی اس کی تعلیم دی ہے اور جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے۔ قرآن کریم نے اس پر سخت وعید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر اور ناحق قتل کرے۔ اسے ہمیشہ...... یعنی طویل عرصے...... کے لئے جہنم میں جلنا ہوگا۔"

رہی یہ بات کہ کسی کو اس کی سوچ اور عقائد کی بناء پر کافر قرار دینے کا کسی کو حق نہیں تو قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت کرنے والوں کو کافر، پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کیوں قرار دیا؟ اسی طرح خود مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین کو جنگل کے سور اور ان کی بیویوں کو کنجریوں کا خطاب کیوں دیا؟ اسی طرح اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی کے "اعزاز" سے کیوں سرفراز فرمایا؟ اگر مرزائیوں کے مخالف مسلمان، سوچ اور عقائد کے اختلاف کی بناء پر کافر، مرتد، جہنمی اور جنگل کے سور ہیں تو خود مرزائی پوری امت مسلمہ کی سوچ، چودہ صدیوں کے مسلمانوں اور کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام سے اختلاف کرنے اور ان کی توہین وتنقیص کرنے کی وجہ سے کیونکر کافر نہیں ہوں گے؟

دیکھا جائے تو سائل کا یہ پورا سوال ہی اس کے دجل، تلبیس، دوغلاپن، نفاق اور سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ اگر سائل کا اپنے اس قول پر اعتقاد ہوتا تو وہ سب سے پہلے اپنے آقاؤں کو اس کی تلقین کرتا، جو فلسطین، بیروت، لبنان، افغانستان، عراق اور کشمیر میں لاکھوں انسانوں کے بے جا قتل عام کے مرتکب ہیں۔ اگر قادیانی اپنے اس مؤقف میں سچے ہوتے تو بلاشبہ آج وہ دنیائے عیسائیت کی تائید وحمایت کی بجائے مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھا رہے ہوتے۔ مگر اخبارات ومیڈیا اس پر شاہد ہیں کہ قادیانی، عیسائیت، یورپ اور امریکا کی اس دہشت گردی پر نہ صرف خاموش ہیں۔ بلکہ در پردہ وہ ان کی حمایت وتائید میں کوشاں ہیں۔

"واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل"

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ)

قادیانی فریب
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ شہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

گزشتہ دنوں ”آپ کے مسائل اوران کا حل“ کی ڈاک میں قادیانیوں سے قطع تعلق اور بائیکاٹ سے متعلق، راقم الحروف کے ایک جواب کی تردید میں جناب انعام الحق کراچی، کا ایک تفصیلی مکتوب موصول ہوا، جس میں موصوف نے لکھا کہ جب میں نے قادیانیوں سے بائیکاٹ سے متعلق آپ کا جواب، قادیانیوں کو دکھایا تو انہوں نے اس کی تردید وتغلیط میں جو کچھ دکھایا، اُسے دیکھ کر میرا سر شرم سے جھک گیا، اس لئے کہ آپ نے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو گستاخ اور آنحضرت ﷺ کا بدترین دشمن لکھا تھا جبکہ قادیانیوں نے مرزا قادیانی کی وہ تحریریں دکھائیں، جن سے ان کا عاشقِ رسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پیش نظر تحریر اسی خط کا جواب ہے۔ لہٰذا افادۂ عام کے لئے وہ خط اور اس کا جواب شائع کیا جاتا ہے: ”بخدمت جناب مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب سلام ودعا کے بعد عرض ہے کہ آج کے اس معاشرے میں ہر شخص کے بعض لوگوں سے دوستانہ تعلقات ہوتے ہیں، اور یہ اخلاق اور طبیعت کی بنا پر ہوتے ہیں نہ کہ مسلک یا گروہ کی وجہ سے، آپ لاکھ کوشش کرلیں، لوگ نہیں ہٹیں گے، دوسری بات کہ آج ایک بچہ بھی کسی بات کی دلیل یا ثبوت چاہتا ہے۔ میں جنگ کا پرانا قاری ہوں خصوصاً جمعۃ المبارک اقراء صفحہ کا، آئے دن اس میں آپ قادیانیت کے خلاف تو اظہار کرتے ہی تھے، مگر جمعۃ المبارک ۹ رمئی ۲۰۰۸ء کو ایک خاتون کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ: قادیانی نہ صرف کافر وزندیق ہیں، یہ آنحضرت ﷺ کے بدترین دشمن اور گستاخ ہیں، بلکہ مرزا قادیانی نے حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کی ہے۔ آپ کے اس بیان سے جب قادیانی دوست کو جواب دینے کا کہا تو سر شرم سے جھک گیا اور معلوم ہوگیا کہ جس طرح کافر تعصب ومخالفت میں اندھے ہوکر ہمارے پیارے رسولِ اکرم ﷺ پر الزامات لگاتے ہیں، اسی طرح آپ مولوی حضرات کررہے ہیں، کیونکہ قادیانی نے اپنے مرزا قادیانی کی تحریرات دکھائیں، جن میں لکھا تھا کہ:

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا　　　نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
(قادیان کے آریہ اور ہم ص۵۷،۵۸، خزائن ج۲۰ ص۴۵۶)

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت　　　اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جان محمدؐ سے میری جاں کو مدام　　　دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
(آئینہ کمالات اسلام ص۲۲۵، خزائن ج۵ ص۲۲۵)

☆...... پھر مرزا قادیانی کی کتاب (آئینہ کمالات اسلام) میں ہے کہ: ''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم... قمر... آفتاب... زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی وسماوی میں نہیں تھا، صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں، جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّدالانبیاء سیّدالاخیار محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔''
(آئینہ کمالات اسلام ص۱۶۰،۱۶۱، خزائن ج۵ ص ایضاً)

دوسری بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی اس کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ اسلام کے کمالات کا آئینہ۔

☆...... پھر مرزا قادیانی کی ایک اور کتاب (اتمام الحجہ) میں ہے: ''ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا، وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔''　　(اتمام الحجہ ص۳۶، خزائن ج۸ ص۳۰۸)

مولوی صاحب! اب غور کرلیں کہ ختم المرسلین ماننے کا بھی ثبوت ہے اور کمال درود و سلام کا بھی۔

☆...... مرزا قادیانی کی ایک اور تصنیف (سراج منیر) میں ہے کہ: ''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں، یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج، جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہے، جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی۔''　　(سراج منیر ص۸۰، خزائن ج۱۲ ص۸۲)

☆...... مرزا قادیانی کی کتاب (حقیقت الوحی) میں ہے: ''پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا

ہوں کہ یہ عربی نبیؐ جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے، اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا، وہ توحید جو دنیا سے گم ہوچکی تھی، وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا، اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی، اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا، اس کو تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام اولین وآخرین پر فضیلت بخشی.... ہر ایک فضیلت کی کنجی اسؐ کو دی گئی ہے۔" (حقیقت الوحی ص۱۱۵، ۱۱۶، خزائن ج۲۲ ص۱۱۸، ۱۱۹)

☆...... (چشمہ معرفت) میں ہے: "محمد عربی بادشاہ ہر دو، سرا، کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی، اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں، کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی"

(چشمہ معرفت ص۲۸۹، خزائن ج۲۳ ص۳۰۲)

☆...... (اتمام الحجہ) میں ہے کہ: "اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ، ایوبؑ اور مسیح بن مریم، ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی۔ اگرچہ سب مقرب اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے، یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ **اللهم صل وسلم و بارك عليه وآله واصحابه اجمعين۔**"

(اتمام الحجہ ص۳۶، خزائن ج۸ ص۳۰۸)

☆...... جہاں تک حضرت مسیح ابن مریم کی توہین کا الزام ہے تو یہ بھی قادیانیوں کو ہی سچا ثابت کرتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی انگریزوں کے خود کاشتہ تھے تو ان کے خدا کی توہین کیونکر کرسکتے تھے؟ جب کہ مرزا قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی سچا اور برحق نبی مانتے تھے۔

☆...... اپنی تصنیف (تحفہ قیصریہ ص۲۰، خزائن ج۱۲ ص۲۷۲) پر ہے: "مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے اور ان میں سے ہے جو خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں۔"

☆...... (کتاب البریہ ص۱۳۶، خزائن ج۱۳ ص۱۵۴) میں ہے: "ہم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک صادق اور راست باز اور ہر ایک ایسی عزت کا مستحق سمجھتے ہیں جو سچے نبی کو دینی چاہئے۔"

☆...... قادیانیوں کے بہت سارے حوالوں میں سے میں نے چند عرض کئے ہیں۔ اب آپ پر لازم ہے کہ اپنی بات کہ مرزا قادیانی نے تمام نبیوں کی توہین کی ہے۔ ثابت کریں۔ اگر ایسا نہ کیا تو کس کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگا؟ منجانب: انعام الحق، کراچی"

۱۴؍مئی ۲۰۰۸ء

ج...... میرے عزیز! اللہ تعالیٰ آپ کی غلط فہمیوں کو دور فرمائے اور آپ کو قادیانی مکر و عیاری سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، آپ کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے مختصراً دو چار باتیں عرض کرنا چاہوں گا، اگر آپ نے خالی الذہن ہو کر ان کو پڑھا اور غور و فکر کیا تو انشاء اللہ آپ کی شرمندگی دور ہو کر آپ کی تشفی ہو جائے گی، ملاحظہ ہوں:

۱...... آپ کی یہ بات حقائق کے خلاف ہے کہ آدمی کسی سے دوستی محض اخلاق و محبت کی بنا پر لگاتا ہے، یہ بات کسی غیر مسلم اور لامذہب کی حد تک تو شاید درست ہو، کیونکہ ان کے ہاں دین، مذہب، قبر، آخرت اور جنت و جہنم کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جہاں تک مسلمانوں اور دین داروں کا تعلق ہے، وہ اپنے ہر قول، فعل اور عمل میں دین، مذہب، قبر، آخرت، جنت اور جہنم کے نفع نقصان کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

۲...... آپ نے لکھا ہے کہ میں نے ایک خاتون کے جواب میں قادیانیوں کو ''کافر، زندیق اور حضور ﷺ کے بدترین دشمن و گستاخ'' لکھا ہے، پھر جب آپ نے قادیانی دوستوں کو جواب دینے کے لئے کہا تو انہوں نے گویا مرزا قادیانی کی کتب کے حوالہ سے ثابت کیا کہ مرزا قادیانی حضور ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے گستاخ اور بے ادب نہیں تھے، بلکہ وہ تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سچے عاشق تھے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی راست باز اور اولوالعزم نبی جانتے اور مانتے تھے۔

میرے عزیز! قادیانیوں نے آپ کو مرزا قادیانی کی تصویر کا ایک رخ دکھایا ہے اور انہوں نے آپ کو مرزا قادیانی کی وہ عبارتیں دکھائیں ہیں، جو اس کے دعویٰ نبوت، مسیحیت سے پہلے کی تھیں یا اس کی متضاد تحریروں میں سے ان مضامین پر مشتمل تھیں، جن میں اس نے شرافت کا مظاہرہ کیا ہے۔

میرے عزیز! جیسے مرزا قادیانی کے ''رخ زیبا'' کے دو پہلو تھے، ایک آنکھ ٹھیک تھی تو دوسری بھینگی۔ ٹھیک اسی طرح اس کی تحریرات اور کتب کے چہرہ کے بھی دو رخ تھے، ایک خوشنما تو دوسرا بھیانک اور ڈراؤنا۔ اس لئے آپ کے مرزائی دوستوں نے آپ کو مرزا قادیانی کی تحریروں کا نام نہاد خوشنما منظر اور شریفانہ پہلو دکھایا اور آپ اس سے متاثر ہو کر شرمندہ ہو گئے۔

میرے عزیز! یہ مرزائیوں کا پرانا حربہ ہے کہ وہ جب کسی بھولے بھالے مسلمان کو گھیرتے ہیں، تو پہلے پہل اُسے مرزا غلام احمد قادیانی کے بھیانک عقائد و نظریات اور باعث

نفرت تحریریں نہیں دکھاتے، ہاں جب کوئی انسان مکمل طور پر ان کے رنگ میں رنگ جاتا ہے تب وہ اس کو مرزا قادیانی کی اصل تصویر دکھاتے ہیں، چونکہ اس وقت تک وہ اپنی متاع دین وایمان غارت کر چکا ہوتا ہے اور اپنی کشتیاں جلا کر قادیانی جہنم میں کود چکا ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے اندر قادیانی نوازشات سے منہ موڑنے کی ہمت وجرأت نہیں پاتا۔

یہ دوسری بات ہے کہ بعض اوقات کچھ خوش قسمت، حقیقت حال واضح ہو جانے کے بعد، قادیانیت پر دو حرف بھیج کر دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آتے ہیں، چنانچہ قادیانیوں کے دجل اور ایک سلیم الفطرت انسان کی قادیانیت سے تائب ہونے کی داستان اور تفصیلات ملاحظہ ہوں: ''خاکسار کا نام محمد مالک ہے' عرصہ دراز سے جرمنی میں مقیم ہوں' میری جرمن بیوی ہے' جس سے چار بچے ہیں' پھولوں کی دو دکانیں ہیں' یہاں ذاتی مکان ہے' شکر الحمد للہ کہ اچھی گزر بسر ہو رہی ہے۔

میرے احمدی دوست بلکہ اب قادیانی کہنا مناسب ہوگا' کافی تھے' ان ہی سے امام مہدی کا ذکر سُنا اور قادیانی ہو گیا' مجھے بتایا گیا کہ یہ وہی امام مہدی ہے' جس کا ذکر آنحضرت ﷺ نے کیا تھا۔ یہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۸ء کا واقعہ ہے۔ مجھ پر گھر والوں' دوستوں اور رشتہ داروں کا بہت دباؤ پڑا مگر میں ثابت قدم رہا' میں نے سو مساجد اسکیم کے تحت (قادیانیوں کو) بیس ہزار مارک دینے کا وعدہ بھی کیا' جس میں سے تقریباً سولہ ہزار کی ادائیگی کر دی' ماہانہ چندہ مع فیملی کے تقریباً چار سو مارک دیتا رہا' تقریباً ایک سال میں مجلس انصار اللہ جماعت ہٹل ہائم کا زعیم بھی رہا۔ چند ماہ قبل ایک قادیانی دوست نے ہی مجھے بتایا کہ: ''ہم مرزا غلام احمد کو صرف امام مہدی ہی نہیں بلکہ نبی اور رسول بھی مانتے ہیں اور ایک جگہ مرزا قادیانی یہ بھی لکھتے ہیں کہ: میں نے کشف میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ میرے جسم میں داخل ہو گیا اور مجھ میں تحلیل ہو گیا اور میں نے محسوس کیا کہ اب میں ہی خدا ہوں اور اس کے بعد ساری دنیا میں نے بنائی وغیرہ وغیرہ۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، خزائن ج ۵ ص ۵۶۴)

میں نے اسی وقت جماعت سے رابطہ کیا اور کہا کہ مجھے دھوکہ میں رکھا گیا ہے' مجھے بتایا گیا کہ ہم قرآن اور حدیث کی روشنی میں یہ سب کچھ ثابت کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ محترم مربی جلال شمس صاحب تشریف لائیں اور میں مسلمان علماء سے رابطہ کرتا ہوں' دونوں آمنے سامنے بیٹھیں' جو بھی سچا ہوگا' میں مان لوں گا۔'' (پیکر اخلاص، ص: ۹۰، ۹۱)

اس کے ساتھ ساتھ مولانا منظور احمد الحسینیؒ کے مناظرہ کولون، جرمنی، کی تفصیلی روئیداد میں ہے کہ محمد مالک نے مناظرہ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے مجلس مناظرہ کے شرکاء سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ: ''آج سے دو سال پہلے میں قادیانی ہوا تھا' اور مجھے قادیانیوں نے بتلایا تھا کہ مرزا قادیانی نے صرف مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے' مگر کچھ دنوں پہلے مجھے یہ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے نبی' رسول اور خدا ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے' لہٰذا میں نے یہ مجلس اسی لئے منعقد کرائی ہے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے' میں مسلمانوں کے نمائندے مولانا منظور احمد الحسینی سے درخواست کروں گا کہ وہ قادیانی کتب کے حوالے سے بتلائیں کہ مرزا قادیانی نے یہ دعاوی کئے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ مولانا منظور احمد الحسینیؒ نے تمام حاضرین کے سامنے بالتفصیل قادیانی کتب سے یہ ثابت کیا کہ مرزا قادیانی نے ۲۰۰ سے زائد دعاوی کئے ہیں' جن میں سے اس کا ایک دعویٰ نبوت ورسالت کا ہے' دوسرا دعویٰ اس نے یہ کیا کہ نعوذ باللہ وہ خود محمد رسول اللہ بن گیا ہے اور تیسرا دعویٰ اس نے خدا ہونے کا کیا ہے اور انہوں نے ان دعاوی کو مرزا قادیانی کی کتابوں ''روحانی خزائن'' سے' جو ساری ان کے پاس اس وقت موجود تھیں' ثابت کیا۔ علم و دلائل کی روشنی میں قادیانی مربی اور ان کے رفقاء لاجواب و مبہوت ہو گئے۔ چنانچہ ان تمام حوالہ جات کو سن کر محمد مالک دوبارہ کھڑے ہوئے اور مرزائیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ: ''مجھے تم نے دو سال تک دھوکہ دیئے رکھا' آج تمہاری کتابوں سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے مذکورہ بالا یہ تمام دعاوی کئے تھے' آج مجھ پر یہ حقیقت حال واضح ہو گئی ہے' لہٰذا میں سب حاضرین کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ آج سے میرا قادیانی مذہب سے ہر طرح کا تعلق ختم ہے' یہ جھوٹا مذہب تمہیں مبارک ہو' اور میں توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوتا ہوں۔'' (پیکر اخلاص، ص:۸۴، ۸۵)

میرے عزیز! یہ قادیانیوں کی پرانی اور غلیظ روش رہی ہے کہ وہ سیدھے سادے مسلمانوں کو دھوکا سے گمراہ کرتے ہیں، اس لئے وہ شروع شروع میں انہیں مرزا قادیانی کی حقیقی تصویر نہیں دکھاتے۔

لہٰذا مناسب ہوگا کہ آپ کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے آپ کے سامنے مرزا قادیانی کی حضرات انبیاء کرامؑ کی توہین وتنقیص پر مبنی غلیظ تصریحات پیش کر دی جائیں، تاکہ آپ کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نکھر کر سامنے آ جائے۔

میرے عزیز! آپ کو قادیانیوں نے بتلایا کہ مرزا قادیانی، حضور ﷺ کا گستاخ نہیں

بلکہ مداح تھا اور انہوں نے آپ کو مرزا کی وہ عبارتیں دکھائیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ چشم بددور! مرزا قادیانی، حضور ﷺ کا عاشق صادق تھا۔

میرے عزیز! یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مرزا قادیانی ماں کے پیٹ سے کافر، مرتد، زندیق اور دجال پیدا نہیں ہوا تھا، بلکہ وہ بعد میں انگریزوں کی تحریک اور ان کے ایماء پر گستاخ و مرتد بنا تھا، اس لئے اس کی شروع کی کتابوں اور تحریروں میں وہ کچھ نہیں تھا، جو اس نے بعد میں اُگلا، لہٰذا جب وہ دائرہ اسلام سے نکل کر مرتد ہو گیا، تو اس نے اپنی کتابوں میں کیسی کیسی گستاخیاں کیں؟ ان میں سے چند ایک ملاحظہ ہوں:

۱...... چنانچہ جب مرزا قادیانی مرتد و زندیق ہو گیا اور اپنے آپ کو حضور ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل و برتر جاننے لگا تو اس نے لکھا: ''آسمان سے کئی تخت اترے، مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔'' (تذکرہ ص ۳۴۹، طبع سوم، حقیقت الوحی ص ۸۹، خزائن ج ۲۲ ص ۹۲)

بتلایئے! اس میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخی نہیں؟ کیا اپنے تخت کو حضور ﷺ کے تخت سے اونچا قرار دینا، اپنی برتری و افضلیت اور حضور ﷺ کی توہین و تنقیص کی دلیل نہیں؟

۲...... مرزا قادیانی اپنے آپ کو نعوذ باللہ! محمد رسول اللہ کہتا اور باور کراتا تھا، اس لئے اس نے لکھا: ''**محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم**''... اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی...'' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷)

آپ ہی بتلایئے! کیا اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق ٹھہرانا، اللہ کی ذات پر بہتان و افترا، قرآن کریم کی تحریف اور حضور ﷺ کی گستاخی نہیں؟

۳...... مرزا قادیانی اپنے آپ کو بعینہٖ محمد رسول اللہ! کہتا اور سمجھتا تھا، آخر کیوں؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اس نے خود لکھا کہ چونکہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ کا دوبارہ دنیا میں آنا مقدر تھا، پہلی بار آپ مکہ مکرمہ میں محمد رسول اللہ کی شکل میں آئے اور دوسری بار قادیان میں مرزا قادیانی کی شکل میں، اس لئے نعوذ باللہ! وہ خود محمد رسول اللہ ہے، مرزا کی گستاخی ملاحظہ ہو:
''اور جان کہ ہمارے نبی کریم ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے (یعنی چھٹی صدی مسیح میں) ایسا ہی مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار (یعنی تیرھویں صدی ہجری) کے آخر میں مبعوث ہوئے۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۰، خزائن ج ۱۶ ص ۲۷۰)

آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کا ظل، بروز اور عکس قرار دینا اور

آپ ﷺ کے تمام کمالات سے اپنے آپ کو متصف باور کرانا، حضور ﷺ کی گستاخی نہیں؟

۳...... جب مرزا قادیانی کا یہ عقیدہ ہو کہ اس کا وجود نعوذ باللہ بعینہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود ہے اور یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مرزا کا روپ دھار کر دوبارہ قادیان میں آئے ہیں، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام کمالات و امتیازات بھی مرزا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں، چنانچہ ملاحظہ ہو: ''جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا، جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا؟''

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

میرے عزیز! ذرا اس پر بھی غور کریں کہ اگر کوئی شخص آپ سے یہ کہے کہ میں آپ کا باپ ہوں، کیونکہ تمہارے والد کے تمام کمالات و صفات مجھ میں ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا یہ تمہارے والد اور اس کی اولاد کی گستاخی نہ ہوگی؟ اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے تو آپ ہی بتلائیے: مرزا کا حضور ﷺ کے بارہ میں یہ کہنا، آنحضرت ﷺ کی گستاخی کیوں نہ ہوگی؟ گستاخی معاف! کیا اس کا یہ معنی نہ ہوگا کہ آپ کے باپ سے متعلق تمام حقوق و فرائض بھی اب میری طرف منتقل ہو گئے ہیں، لہٰذا آج کے بعد اس کی جائیداد تمام املاک، اور نقد وغیرہ کا بھی میں ہی مالک ہوں، اور تمہاری اماں کا شوہر بھی میں ہی ہوں، آپ ہی بتلائیں کہ آپ ایسے گستاخ و موذی کو اپنے والد سے محبت کرنے والا کہیں گے یا اس کا گستاخ و بے ادب؟

۴...... مرزا قادیانی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تو خاتم النبیین نہیں مانتا، البتہ اس کے برعکس اپنے آپ کو خاتم النبیین ضرور باور کراتا ہے، ملاحظہ ہو:

الف...... ''میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: ''وآخرین منہم لما یلحقوابہم'' بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ ایسا کہنے اور لکھنے والا زندیق، مرتد اور گستاخ ہے یا نہیں؟

لیجئے مرزا کی گستاخی کا ایک اور حوالہ پڑھیے:

ب...... ''مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا، میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ

ہوں، اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں، بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح ص ۵۶، خزائن، ج۱۹ ص ۶۱)

۵...... مرزا قادیانی ایک طرف اپنے آپ کو نعوذ باللہ! محمد رسول اللہ ﷺ کا ظل، بروز اور عکس قرار دیتا ہے اور دوسری طرف وہ اپنے آپ کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے شان میں بڑھ کر بھی قرار دیتا ہے، کیا یہ حضور ﷺ کی گستاخی نہیں؟ ملاحظہ ہو: "جس نے اس بات کا انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے، جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی، بس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا، بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اِن دنوں میں بہ نسبت اُن سالوں کے، اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے، بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔" (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱، خزائن ج ۱۶ ص ۲۷۱)

کیا خیال ہے جو مردود و ملعون یہ ہرزہ سرائی کرے کہ میری بعثت کی روحانیت حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی روحانیت سے اقویٰ، اکمل اور اشد ہے یعنی حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر ہے، وہ ملحد و بے دین، آنحضرت ﷺ کا گستاخ کہلائے گا؟ یا آپ کا عاشق صادق اور مداح؟

۶...... مرزا قادیانی کے ایک چہیتے مرید ظہور الدین اکمل نے مرزا کی شان میں منقبت کہی اور اس نے مرزا کو وہ منقبت سنائی تو مرزا نے نہ صرف یہ کہ اس کی تردید نہ کی، بلکہ اس کو اعزاز و اکرام سے نوازا، لیجئے! ظہور الدین اکمل کی نظم کے چند اشعار سن کر فیصلہ کیجئے! کہ قادیانیوں کے ہاں حضور ﷺ کی شان بڑھ کر ہے؟ یا ملعون مرزا کی؟

"امام اپنا عزیزو اس جہاں میں — غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر — مکان اس کا ہے گویا لامکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق — شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہے بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں"

(اخبار بدر قادیان مورخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۷...... اسی طرح قادیانی حضور ﷺ کی مکے کی بعثت کو ہلال یعنی پہلی کا چاند اور مرزا قادیانی کی بعثت کو چودھویں کا چاند تصور کرتے ہیں، ظاہر ہے ہلال یعنی پہلی کا چاند نامکمل، باریک اور بے نور ہوتا ہے اور چودھویں کا چاند مکمل اور چمکتا ہوا ہوتا ہے، لیجئے مرزا قادیانی کی گستاخی ملاحظہ ہو:

''اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخری زمانہ میں بدر (چودھویں کا چاند) ہو جائے، خدا تعالیٰ کے حکم سے، پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرے، جو شمار کی رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو، (یعنی چودھویں صدی)۔''

(خطبہ الہامیہ ص۱۸۴، خزائن ج۱۶ ص۲۷۵)

۸...... مرزا قادیانی آپ ﷺ سے اپنا مقام بڑھاتے اور آنحضرت ﷺ کی شان گھٹاتے ہوئے لکھتا ہے کہ نعوذ باللہ! آنحضرت ﷺ کی مکی بعثت کا زمانہ روحانی ترقیات کا پہلا قدم تھا اور چشم بد دور! قادیانی ظہور کا زمانہ روحانی ترقیات کی آخری معراج تھا، چنانچہ ملاحظہ ہو: ''ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت سے پانچویں ہزار میں (یعنی مکی بعثت میں) اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا نہ تھا، بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا، پھر روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح تجلی فرمائی۔''

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۷، خزائن ج۱۶ ص۲۶۶)

۹...... اسی طرح مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ! مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر تھا، ملاحظہ ہو: ''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا... اور یہ جزوی فضیلت ہے، جو حضرت مسیح موعود کو (مرزا قادیانی) آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے، نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی، اب تمدن کی ترقی سے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ان کا پورا ظہور ہوا۔''

(ریویو مئی ۱۹۲۹ء)

بتلایا جائے کہ مرزا قادیانی کے ذہنی ارتقاء کو نبی اکرم ﷺ کے ذہنی ارتقاء سے برتر قرار دینا، آپ ﷺ کے تمدن کو ناقص قرار دینا، آپ ﷺ کی قابلیت کی نفی کرنا اور مرزا قادیانی کی استعداد و قابلیت کو آنحضرت ﷺ کی استعداد و قابلیت سے بڑھ کر قرار دینا گستاخی نہیں؟

۱۰...... مرزا قادیانی کی امت اور ذریت کا عقیدہ ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے اور آپ پر ایمان لاتا ہے، جب تک وہ مرزا قادیانی پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے، گویا حضرت محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھنا اور آپ پر ایمان لانا باعث نجات نہیں، بلکہ مرزا قادیانی پر ایمان لانا باعث نجات ہے، بتلایا جائے کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہوں وہ حضور ﷺ کے باغی اور گستاخ نہیں؟ ملاحظہ ہو:

الف...... ''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰، پسر مرزا قادیانی بشیر احمد ایم اے)

ب...... ''کُل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت ص ۳۵، از مرزا محمود قادیانی)

ج...... ''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا کے ایک نبی کے منکر ہیں، یہ دین کا معاملہ ہے، اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔'' (انوار خلافت ص ۹۰، از مرزا محمود قادیانی)

میرے عزیز! دیکھئے قادیانی کس قدر گستاخ ہیں کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے دین و شریعت کو باعث نجات نہیں سمجھتے اور ان کے نزدیک آپ ﷺ پر ایمان لانا نجات آخرت کا ذریعہ نہیں ہے۔ بتلایئے! یہ حضور ﷺ کی عظمت کا اظہار ہے یا توہین و تنقیص کا؟ ارشاد فرمایئے کہ یہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی ہے یا مدح سرائی؟

۱۱...... قادیانی آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کو نہ صرف باعث نجات نہیں سمجھتے بلکہ نعوذ باللہ! وہ حضور ﷺ کے دین و شریعت کو منسوخ اور نا قابل اعتبار سمجھتے ہیں، لیجئے ملاحظہ کیجئے:

الف...... ''ان کو کہہ! کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔'' (مرزا قادیانی کا الہام، حقیقت الوحی ص ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۸۵)

ب...... ''چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے، اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا... اب دیکھو! خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا، جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔'' (اربعین نمبر ۴، ص ۷، خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵ حاشیہ)

۱۲...... صرف یہی نہیں، بلکہ مرزا قادیانی کے ہاں جس اسلام میں مرزا غلام احمد نہ ہوں وہ مردہ ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو: ''غالباً ۱۹۰۶ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک سے اخبار وطن کے ایڈیٹر کے ساتھ مولوی محمد علی صاحب نے ایک سمجھوتا کیا کہ ریویو آف ریلیجنز میں سلسلہ کے

متعلق کوئی مضمون نہ ہو، صرف عام اسلامی مضامین ہوں اور وطن کے ایڈیٹر رسالہ ریویو کی امداد کا پروپیگنڈا اپنے اخبار میں کریں گے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تجویز کو ناپسند فرمایا اور جماعت میں بھی عام طور پر اس کی بہت مخالفت کی گئی، حضرت صاحب نے فرمایا کہ کیا مجھے چھوڑ کر تم مردہ اسلام دنیا کے سامنے پیش کرو گے؟"

(ذکرِ حبیب مؤلفہ مفتی محمد صادق قادیانی ص ۱۴۶، طبع اوّل قادیان)

۱۳...... میرے عزیز! مرزا غلام احمد قادیانی کی گستاخیوں کی ذنبیل میں ایک آدھ نہیں ہزاروں زہر سے بجھے ہوئے تیر ہیں، چنانچہ وہ اپنی نبوت کے بغیر محمد عربی ﷺ کے دین کو محض قصے، کہانیوں کا مجموعہ، لعنتی، شیطانی اور قابل نفرت قرار دیتا ہے، لیجئے پڑھیئے: "وہ دین، دین نہیں اور وہ نبی، نبی نہیں ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیہ (یعنی نبوت، ناقل) سے مشرف ہو سکے، وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر (یعنی شریعت محمدیہ پر جو کہ آنحضرت ﷺ سے منقول ہے، ناقل) انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں، بلکہ پیچھے رہ گئی ہے... سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸، ۱۳۹، خزائن ج ۲۱ ص ۳۰۶)

۱۴...... اس کے علاوہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ قادیانی جہاں محمد رسول اللہ ﷺ یا نبی آخرالزمان کہہ کر کر اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں، اس کا مصداق ان کے ہاں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نہیں ہوتے، بلکہ ان کے ہاں اس سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہوتا ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک نعوذ باللہ "محمد رسول الله والذين معه" کا مصداق حضور ﷺ نہیں، بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے لئے کوئی نیا کلمہ بھی ایجاد نہیں کیا، چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے: "ہاں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کے آنے سے (کلمہ کے مفہوم میں) ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بعثت سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے، مگر مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بعثت کے بعد "محمد رسول الله" کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی، لہٰذا مسیح موعود کے آنے سے نعوذ باللہ "لا الٰه الا الله محمد رسول الله" کا کلمہ باطل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چمکنے لگ جاتا ہے (کیونکہ زیادہ

شان والا نبی مرزا غلام احمد قادیانی اس کے مفہوم میں داخل ہو گیا، ہاں مرزا کے بغیر یہ کلمہ مہمل، بے کار اور باطل رہا، اسی وجہ سے مرزا پر ایمان لائے بغیر اس کلمہ کو پڑھنے والے کافر، بلکہ پکے کافر ٹھہرے، ناقل) غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے، صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی آمد نے ''محمد رسول اللہ'' کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے۔''
(کلمۃ الفصل ص ۱۵۸، مولفہ بشیر احمد ایم اے قادیانی)

گویا مسلمان تو اس کلمہ میں ''محمد رسول اللہ'' سے محمد عربی ﷺ مراد لیتے ہیں، لیکن قادیانی اس کلمہ میں مذکور ''محمد رسول اللہ'' سے مراد بعثت ثانیہ کا بروزی مظہر مرزا غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں۔

۱۵...... مرزا غلام احمد قادیانی حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی توہین کرتے ہوئے یہاں تک کہتا ہے کہ: ''آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحابؓ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے، حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی تھی۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی کا مکتوب، مندرجہ الفضل قادیان مورخہ ۲۲ر فروری ۱۹۲۴ء)

۱۶...... صرف یہ نہیں کہ قادیانیوں کے ہاں مرزا غلام احمد قادیانی نعوذ باللہ! حضور ﷺ سے بڑھ کر تھے، بلکہ ان کے ہاں تو ہر شخص ترقی کر کے حضور ﷺ سے بڑھ سکتا ہے، لیجئے ملاحظہ کیجئے: ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے، حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔'' (نعوذ باللہ)
(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۲۲ء)

میرے عزیز! ان مختصر سی تصریحات اور تفصیلات کے بعد میرے خیال میں آپ کی یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہئے کہ: ''مولوی قادیانی مخالفت اور تعصب میں اندھے ہو گئے ہیں'' بلکہ قادیانیوں اور ان کے نام نہاد نبی کے، ایسے کرتوت ہیں کہ ان کو پڑھ، سن کر تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے، اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ قادیانی، نبی امی حضرت محمد ﷺ اور اسلام کے باغی و گستاخ ہیں یا مداح و ثناء خواں؟

آپ کے سوال کا دوسرا جزیہ تھا کہ: ''جہاں تک حضرت مسیح ابن مریم کی توہین کا الزام ہے، تو یہ بھی قادیانیوں کو ہی سچا ثابت کرتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی انگریزوں کے خود کاشتہ تھے تو ان کے خدا کی توہین کیوں کر سکتے تھے؟ جبکہ مرزا قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی سچا اور برحق جانتے تھے۔''

میرے عزیز! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مرزا قادیانی انگریز کے خود کاشتہ تھے، یہ ہم نے نہیں لکھا، بلکہ یہ مرزا قادیانی کا اپنا اقرار ہے، لہٰذا اس کے لئے ہمیں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ خود مرزا جی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں، ملاحظہ ہو: ”صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۶)

۹...... انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں، اس ”خود کاشتہ پودا“ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھے کہ مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے، لہٰذا ہمارا حق ہے کہ خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکار، دولت مدار کی پوری عنایت اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں تا کہ ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے۔“ (درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ، منجانب خاکسار مرزا غلام احمد، از قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۱،۲۲)

رہی یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو راست باز سمجھتے تھے اور انہوں نے ان کی توہین نہیں کی، اس کے لئے مرزا قادیانی کی درج ذیل دل آزار اور توہین و تنقیص پر مبنی تحریریں ملاحظہ ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا: ”ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

۱...... ”پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۴ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸)

۲...... ”ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا، اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

۳...... ''مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں، کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

۴...... ''یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

۵...... ''جن جن پیشین گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا ہے، ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔''

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

۶...... ''اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا میری تعلیم ہے۔''

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

۷...... ''آپ کی انہی حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے۔''

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

اس عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے علاوہ حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت بھی لگائی گئی ہے نیز اس میں قرآن مجید کی تکذیب بھی ہے، کیونکہ حقیقی بھائی تو وہی ہوگا جو ماں باپ دونوں میں شریک ہو، لہٰذا یہ نص قرآن کے خلاف ہے اور یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے باپ اور مریم علیہا السلام کا خاوند ثابت کیا گیا۔

۸...... ''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

۱۰...... ''مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا، جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے، خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

۱۱...... ''اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کردیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اسی تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔''

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

۱۲...... ”آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔“

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

۱۳...... ”آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری (کسبی) کو موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔“ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

۱۴...... ”مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔“ (مکتوبات احمدیہ ج ۱ ص ۱۸۹)

۱۵...... ”سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔“

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

ان عبارات میں جو عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہیں، ان کا جواب مرزا قادیانی کی طرف سے جو خود مرزا قادیانی نے دیا ہے یہ ہے:

۱۶...... ”اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔“ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۹، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳)

۱۷...... ”اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا، جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔“ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۹، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳)

۱۸...... ”پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے، چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔“

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۹، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳)

اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کے قادیانی دوستوں نے آپ کو مرزا قادیانی کی جو تصویر دکھائی ہے، وہ صحیح ہے یا محض دجل وفریب!

میرے عزیز! یہ مختصر سا جواب اس کا متحمل نہیں کہ اس میں مرزا قادیانی کی تمام

مخلظات کی تفصیلات درج کی جائیں، اگر تفصیلات دیکھنا ہوں تو حضرت مولانا نور محمد ٹانڈوی، مظاہریؒ کی ''مخلظاتِ مرزا'' اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی تحفۂ قادیانیت جلد اول اور خصوصاً ''قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین'' کا مطالعہ فرمالیں۔

تاہم آپ مرزائی دوستوں کو یہ پیشکش کر سکتے ہیں کہ وہ مندرجہ بالا تمام حوالوں کو مرزا قادیانی کی اصل کتابوں سے چیک کر سکتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی حوالہ غلط ثابت ہو تو وہ پاکستان کی کسی عدالت میں اس کو چیلنج کر کے میرے خلاف ہرجانہ کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور عدالت جو جرمانہ طے کرے، میں اس کی ادائیگی کے لئے تیار ہوں۔ مگر میرے عزیز! یہ چیلنج کرتا ہوں کہ قادیانی زہر کا پیالہ پینا تو گوارا کریں گے مگر ان مندرجہ بالا حوالوں میں سے کسی کو چیلنج کرنے کو تیار نہ ہوں گے، اس لئے کہ اندر سے وہ بھی جانتے ہیں اور ان کو بھی یقین ہے کہ مرزا قادیانی جھوٹا، دجال، کافر، مرتد، زندیق اور بدترین گستاخ تھا، اس نے صرف آنحضرت ﷺ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء کرام کو بے نقط سنائی ہیں بلکہ اس نے تو اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے، مگر ناس ہو ہوا و ہوس، دنیاوی مفادات اور تعصب کا، جو انہیں حق پر غور و فکر کی اجازت نہیں دیتے، میرے عزیز جیسا کہ میں نے لکھا کہ اس نے حضرات انبیاء کرامؑ کیا، خود ذات باری تعالیٰ کی بھی گستاخی کی ہے۔

ان تفصیلات کے بعد آپ ہی بتلائیں کہ ایسے میں اگر کوئی مسلمان، مرزا قادیانی اور اس کی امت کے غلیظ عقائد و نظریات کی حقیقی تصویر دکھلاتے ہوئے مسلمانوں کو اس کے گمراہ کن عقائد سے بچنے یا ان سے میل جول نہ رکھنے کی تلقین کرے، تو اس نے کون سا جرم کیا ہے کہ اس کو تعصب کا طعنہ دیا جائے؟

بہرحال اب آپ کا فرض ہے کہ اپنے قادیانی دوستوں کو میرا جواب دکھائیں اور ان سے اس کے جواب کا مطالبہ کریں اور امت کو قادیانیوں کے دجل و فریب سے آگاہ کریں اور خود بھی ان سے قطع تعلق کرلیں اور نوجوان نسل کو بھی ان کے اضلال و گمراہی سے بچائیں، تاکہ کل قیامت کے دن آپ کا باغیانِ نبوت کے بجائے ناموس رسالت کے پاسبانوں کے ساتھ حشر ہو اور آپ کو حضور ﷺ کی شفاعت کا شرف و اعزاز حاصل ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین!

# قادیانیت کا تعاقب

(اس میں عالمی مجلس کے چار رکنی وفد کی سری لنکا کے دورہ کی رپورٹ ہے)

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ شہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

گزشتہ کچھ عرصہ قبل ۱۱؍مارچ ۲۰۰۷ء سری لنکا کے علماء، فضلاء اور جمعیت علماء سری لنکا کی دعوت اور خواہش پر حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدیر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن ونائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی سربراہی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک نمائندہ وفد ہفت روزہ تعلیمی، تبلیغی اور تربیتی دورہ پر سری لنکا گیا، وفد کی کارگزاری کیا رہی؟ اور وہاں اس کی مصروفیات کیا تھیں؟ اس سلسلہ کی مفصل رپورٹ کی ضرورت تھی، مگر افسوس کہ یہ کام لیٹ پر لیٹ ہوتا رہا، تاہم ”کل امر مرھون بوقتہ“ کے مصداق، دیر سے سہی مگر بہرحال اس دورہ کی مفصل رپورٹ پیش خدمت ہے، ملاحظہ ہو:

سری لنکا سارک ممالک کے ان چھوٹے ملکوں میں سے ہے جو نسبتاً غریب اور طوائف الملوکی کا شکار ہے اور وہاں ایک عرصہ سے تامل ناڈو کے شدت پسندوں کا زور رہا ہے اور وہاں کے شدت پسند گروپ کا مطالبہ رہا ہے کہ اسے آزادی دی جائے۔ ورلڈ میپ یعنی دنیا کے نقشہ میں اس کا محل وقوع اور اس کا رقبہ دیکھا جائے تو یہ انڈیا کے بالکل قریب سمندری جزیرہ ہے جو پان کے پتہ جیسا لگتا ہے، اسی لئے اس کو انڈیا کی آنکھ کا آنسو بھی کہا جاتا ہے، اس ملک میں بدھ مذہب کے ماننے والے بدھسٹوں کی حکومت ہے۔ اس میں ہندوؤں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی ملی جلی آبادی ہے۔ ہندو، عیسائی اور مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان اقلیتوں میں مسلمان کل آبادی کا ۲۰ فیصد ہیں۔ اس ملک میں پان، چائے، اناس، ناریل کی پیداوار زیادہ ہے، اس کا سب سے بڑا شہر کولمبو ہے اور وہی اس کا دارالحکومت ہے، مسلمانوں میں مقامی حضرات کے علاوہ ہندو پاک کے میمن حضرات کی خاصی آبادی ہے، مسلمان ماشاء اللہ مالی اور تجارتی اعتبار سے مستحکم ہیں، چونکہ یہ ساحلی ملک ہے، اس لئے یہاں کی مقامی مسلم آبادی شافعی المسلک ہے، مگر یہاں کے مسلمانوں کی زیادہ تر آبادی ہندو پاک کے دیوبندی مدارس کی فیض یافتہ ہے، اسی لئے یہ اپنی نوعیت کی واحد شافعی المسلک آبادی ہے جو شافعی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو دیوبندی کہتی ہے، سب سے بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ یہاں فروعی مسائل کے اختلاف میں کسی نزاع اور جھگڑا کا عنصر نہیں ہے، سب مسلمان باہم شیر وشکر رہتے ہیں اور سب اپنے دینی اور مسلکی مفاد میں متحد ہیں۔

یہاں کے پیر و جوان علماء کی تعداد میں زیادہ تر دار العلوم دیو بند اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے سند یافتہ ہیں، اس لئے ان میں حضرات اکابر دیو بند کی فکر و ذوق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس لئے یہ مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ کی خاطر ماشاء اللہ بہت ہی فکر مند اور حساس ہیں، نہ صرف یہ بلکہ یہاں کے علماء کی مسلم عوام پر بہت ہی مضبوط گرفت ہے، اللہ تعالیٰ یہاں کے علماء کو جزائے خیر دے جنہوں نے اس پورے ملک میں مدارس و مساجد کا جال بچھا رکھا ہے، ان مساجد و مدارس کی برکت ہے کہ مسلمانوں میں دینی ذوق کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے، یہاں کے مسلمان زیادہ تر تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں، کولمبو کا تبلیغی مرکز ماشاء اللہ خوب آباد ہے اور کولمبو کے تبلیغی مرکز میں باقاعدہ درس نظامی کا مدرسہ بھی قائم ہے۔

یہاں پاکستان کی طرز پر علماء کی ایک جماعت بھی ہے جس کا نام جمعیت علماء سری لنکا ہے، اب تک اس پر سلفی حضرات کا غلبہ تھا، لیکن گزشتہ کچھ عرصہ سے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان کے فاضل و متخصص مولانا مفتی محمد رضوی صاحب اس کے سربراہ اور امیر ہیں۔ مولانا مفتی محمد رضوی صاحب ماشاء اللہ صالح، فاضل اور متحرک نوجوان ہیں، انہوں نے جب سے اس جماعت کی قیادت سنبھالی ہے پورے ملک کے علماء کو بیدار کرتے ہوئے ایک لڑی میں پرو دیا ہے، اسی طرح اس نوجوان کا رابطہ عالم اسلامی سے راہ و رسم ہے اور اس کو غیر سودی کاؤنٹر قائم کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو سود جیسی لعنت سے بچانے کے لئے ہم نے غیر سودی کاؤنٹر قائم کرنے کے لئے ایک مؤسسہ قائم کیا ہے، جس میں دنیا بھر کے علماء کی مشاورت سے مسلمانوں کو سود جیسی لعنت سے بچانے کے لئے عملی اقدامات کئے جارہے ہیں، اسی طرح حلال کھانے پینے اور گوشت کے سلسلہ میں حلال ذبیحہ کی نگرانی بھی اس جمعیت کے حوالہ ہے، ماشاء اللہ اس اعتبار سے جمعیت علماء سری لنکا اور خصوصاً مولانا مفتی محمد رضوی ملک بھر کے مسلمانوں کے روح رواں ہیں۔ مولانا مفتی محمد رضوی کے انہیں کارناموں کو دیکھ کر دل سے دعائیں نکلتی ہیں، یوں تو مسلمانوں کے روپ میں یہاں گزشتہ ایک صدی سے قادیانی بھی اس ملک میں آباد تھے، چنانچہ مولانا مفتی محمد رضوی اور وہاں کے مقامی علماء نے بتلایا کہ قادیانی اس ملک میں سب سے پہلے ۱۹۱۸ء میں آباد ہوئے، مگر اب تک وہ خفیہ اپنا کام کررہے تھے، اور اپنے آپ کو وہ کسی اعتبار سے ظاہر اور نمایاں نہیں کرتے تھے،

لیکن اب موجودہ حکومت سے انہوں نے راہ ورسم پیدا کرنے کے لئے اور حکومت سری لنکا سے تجارتی معاہدہ کرنے کا پروگرام بنالیا تھا، جب سے قادیانیوں کا یہ اثر ورسوخ بڑھا، تو وہاں کے قادیانیوں نے اپنے پر پرزے نکالنا شروع کردیئے، اور اپنا ایک مرکز بھی بنالیا، اور اسلامی اصطلاحات بھی استعمال کرنے لگے۔ قادیانیوں کی ان بڑھتی ہوئی سرگرمیوں، اونچے درجے کے اثر ونفوذ، اپنے آپ کو مسلمان باور کرانے اور مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے اور نئی نسل کو گمراہ کرنے کے اندیشے کے پیش نظر مولانا مفتی محمد رضوی اور ان کے رفقاء نے مشورہ کیا کہ یہاں کے علماء، طلبا اور عوام کو اس فتنہ کی سنگینی سے آگاہ کرنے، عوامی اور حکومتی حلقوں کو ان کی حقیقت باور کرانے اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اکابر سے رابطہ کرکے ان کو یہاں آنے کی دعوت دی جائے اور ایک بھرپور کانفرنس اور علاقائی سطح کے تربیتی پروگرام رکھے جائیں، چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا مفتی محمد رضوی صاحب نے پہلے فون پر اور بعد میں اپنے نمائندگان مولانا مفتی محمد اسلم استاذ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی اور ایک دین دار سری لنکن تاجر الحاج عبدالرحمٰن کے ذریعے اس پروگرام کو حتمی شکل دینے کے لئے مامور کیا، چنانچہ مفتی اسلم صاحب نے سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ سے رابطہ کیا، انہوں نے راقم کو یاد فرمایا، اور تمام صورت حال بتلائی۔ راقم نے ملتان مرکز رابطہ کرکے اس دورہ اور وفد کی منظوری کی درخواست کی تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ دار حضرات نے نہ صرف اس کی منظوری دے دی، بلکہ ان حضرات نے مولانا مفتی محمد رضوی اور ان کے نمائندگان کی اس پیشکش کے باوجود... کہ آمد ورفت کے اخراجات جمعیت علماء سری لنکا برداشت کرے گی... یہ فرمایا کہ اس وفد کی آمد ورفت کے اخراجات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہی برداشت کرے گی، کیونکہ یہ ہمارا فریضہ ہے اور ہماری سعادت ہے کہ ہم اس سلسلہ میں اپنے سری لنکن مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔ چنانچہ پروگرام کو حتمی شکل دینے کے بعد طے پایا کہ اس وفد کے سربراہ حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر ہوں گے، جبکہ شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، مولانا مفتی خالد محمود صاحب نائب مدیر اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ پاکستان اور راقم الحروف سعید احمد جلال پوری (شہیدؒ) ان کے رفیق سفر ہوں گے، چنانچہ حسب پروگرام جب سفر کی تیاری مکمل ہوگئی، ویزا اور ٹکٹ وغیرہ تیار ہوگئے تو بھائی عبدالرحمٰن سری لنکن کی راہ نمائی میں ہمارا پانچ رکنی وفد ۱۱ر مارچ بروز اتوار صبح ۸ بجے پی آئی اے کی فلائٹ سے روانہ ہوکر تقریباً گیارہ بجے

کولمبو کے بین الاقوامی ایئرپورٹ پر اتر گیا، سری لنکا اگرچہ غریب ملک ہے مگر اس کا ایئرپورٹ بین الاقوامی معیار کا اور خاصا طویل ہے، کراچی ایئرپورٹ پر ہماری روانگی اور سامان کے وزن وغیرہ میں ہمارے بہت ہی کرم فرما اور ڈناٹا کمپنی کے ذمہ دار جناب بھائی ضیاء صاحب نے بھرپور مدد کی، بلکہ کتابوں کا وزن زیادہ ہونے پر اس کی اضافی ادائیگی میں بھی انہوں نے خاصی رعایت دلائی تاہم اضافی وزن کی اضافی ادائیگی کے بعد انہوں نے اپنے دفتر میں لے جا کر تمام شرکاء وفد کی چائے سے تواضع فرمائی اور اندر لاؤنج تک چھوڑنے بھی خود گئے۔

اس سفر میں جمعیت علماء سری لنکا کی خواہش اور مقامی علماء کی مسئلہ ختم نبوت اور تردیدِ قادیانیت میں معاونت کے لئے اور انہیں حوالہ جات کے سلسلہ میں خودکفیل بنانے کے لئے آئینہ قادیانیت اردو، عربی، جنوبی افریقہ کی عدالت میں حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے اردو بیان کا انگریزی ترجمہ *"What is Qadianiat?"* (قادیانیت کیا ہے؟) ملت اسلامیہ کا موقف انگلش، اردو، عربی، احتسابِ قادیانیت اور مرزا قادیانی کی تصنیفات کا مکمل سیٹ (مطبوعہ لندن) ہمارے ساتھ تھے۔

چونکہ ہمارے شرکائے قافلہ کے پاس کتب اور لٹریچر کا وزن بہت زیادہ تھا اور کارٹن بھی کافی تھے، اس لئے کولمبو ایئرپورٹ کی ایمیگریشن سے فارغ ہونے، ایمیگریشن کے عملہ کو کتابوں کی چیکنگ کرانے اور دکھانے کے بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہم ایئرپورٹ سے باہر آئے تو جمعیت علماء سری لنکا اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فضلاء کی ایک جماعت استقبال کے لئے موجود تھی، جن میں حافظ ماہر، مولانا ابن العربی، حافظ الہام، مولانا حلمی صاحب کے نام قابل ذکر ہیں، ان سے ملاقات، مصافحہ اور معانقہ کے بعد گاڑیوں میں سوار ہوکر ایئرپورٹ سے سٹی سینٹر اور مرکز شہر کے لئے روانہ ہوگئے، قریب قریب گھنٹے یا پونے گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد مرکز شہر جہاں ہماری رہائش کا انتظام تھا، پہنچے۔

اس وفد کی رہائش کے لئے مقامی حضرات اور جمعیت کے ذمہ داروں نے وسط شہر یعنی سٹی سینٹر کے ایک رہائشی پلازے ''سی گل کورٹ'' کے ایک فلیٹ میں انتظام کر رکھا تھا اور یہاں مہمانوں کی خدمت کے لئے حافظ حُمید، مولوی ابن العربی، حافظ الہام اور مولانا حلمی جیسے مستعد نوجوان مامور تھے، جنہوں نے جی جان سے وفد کے ارکان کی خدمت کی، اور ان کی راحت رسانی کا مکمل سامان بہم پہنچایا۔ ''سی گل کورٹ'' پلازے کے اس فلیٹ کے تین کمرے تھے، ایک میں

حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر زید مجدہ اور مولانا مفتی خالد محمود صاحب کی رہائش تھی، دوسرے میں راقم الحروف اور شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب تھے، جبکہ تیسرا کمرہ کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ سے تشریف لانے والے وکیل ختم نبوت جناب احمد چوہان افریقی اور ان کے ہم ملک عالم دین مولانا محمد طٰہٰ یوسف کے لئے خاص تھا۔

چونکہ جمعیت علماء سری لنکا کے سربراہ مولانا مفتی محمد رضوی سلمہ ربہ سری لنکا میں سر اٹھاتے مسئلہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے بہت زیادہ فکر مند تھے اس لئے انہوں نے قانونی مشوروں کے لئے جنوبی افریقہ کے مشہور مقدمۂ قادیانیت میں مسلمانوں اور ختم نبوت کے کامیاب وکیل جناب احمد چوہان صاحب کو بھی اس موقع پر بلا رکھا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی جناب احمد چوہان تشریف لائے اور ان کی ختم نبوت کے اکابر اور ارکان وفد سے ملاقات ہوئی تو وہ نہال ہوگئے اور اس مشہور مقدمہ میں پاکستان سے تشریف لے جانے والے وفد کے معزز ارکان اور اکابر میں سے ایک ایک کا عقیدت و محبت سے والہانہ تذکرہ کر کے ان کے محاسن و کمالات اور اس سلسلہ میں ان کی مساعی کا ذکر خیر کرنے لگے اور اس مقدمہ کی کارروائی مزے لے لے کر سنانے لگے، اس وفد کے ارکان اور اکابر میں سے حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت و وفات سے تو وہ آگاہ تھے مگر حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر قدس سرہ کی وفات سے ابھی تک وہ ناآشنا تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت مولانا اشعرؒ کا بطور خاص پوچھا کہ ان کا کیا حال ہے؟ جب انہیں بتلایا گیا کہ وہ بھی اللہ کے ہاں جاچکے ہیں تو بہت ہی افسردہ ہوئے، پھر فرمانے لگے: میں اس وفد کے ارکان میں سے دو حضرات سے بہت ہی زیادہ متاثر ہوا اور وہ تھے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ یہ دونوں حضرات ایسے تھے کہ ان کے پاس قادیانی وکیلوں اور قادیانی مربیوں کے ہر سوال کا نہ صرف جواب ہوتا تھا بلکہ انہیں مرزا قادیانی کی کتابیں اور ان کے حوالہ جات ازبر تھے، ادھر ہم نے کوئی سوال کیا، ادھر انہوں نے مرزا کی کوئی کتاب کھول کر اس کا جواب، خود مرزا کی زبانی پیش کر دیا، ان کو مرزائی حوالہ جات کی تلاش کے لئے کسی سوچ و بچار اور غور و فکر کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، چنانچہ انہوں نے بتلایا کہ ایک دن کی بات ہے کہ رات بھر دیر تک مقدمہ کی تیاری کا سلسلہ جاری رہا، صبح کی نماز پڑھی اور ارکان وفد سو گئے، بیداری پر ایک مسئلہ پر گفتگو جاری تھی اور کوئی حوالہ نہیں مل رہا تھا، اتنے میں حضرت مولانا

محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ بھی نیند سے بیدار ہوگئے، ابھی وہ مکمل اور پورے طور پر بیدار بھی نہ ہوئے تھے کہ ان کے کانوں میں بھی اس گفتگو کی بھنک پڑ گئی، تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مرزا کی فلاں کتاب اٹھالاؤ، چنانچہ جب مرزا کی وہ کتاب لائی گئی تو انہوں نے کتاب کھولی اور چند صفحے پلٹنے کے بعد وہ حوالہ نکال کر سب کو حیران کردیا۔

ان حضرات کی حاضر دماغی، قوت حافظہ، مرزائیت پر عبور، مسئلہ ختم نبوت اور تردیدِ قادیانیت سے والہانہ لگاؤ کا میرے قلب و دماغ پر آج بھی نقش ثبت ہے۔ جناب احمد چوہان صاحب حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحبؒ کے اس ٹرنک کا بطور خاص بار بار تذکرہ فرماتے، جس میں حضرت مرحومؒ قادیانی کتب بھر کر لے گئے تھے اور بوقت ضرورت اس ٹرنک سے کتب نکال نکال کر حوالے دیتے تھے۔

چونکہ جناب احمد چوہان صاحب ان حضرات اکابر کی خدمت اور صحبت میں رہ چکے تھے اور کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ کی عدالت میں دائر قادیانی مقدمہ میں مسلمانوں کے وکیل رہ چکے تھے اور ان حضرات کی ہدایت و راہنمائی میں قادیانیت کو سمجھ چکے تھے، اس لئے ان کو اس معاملہ کی تمام باریکیوں اور قادیانی مکروفریب اور عدالتی موشگافیوں کا خوب خوب تجربہ تھا، اس لئے جناب مولانا مفتی محمد رضوی صاحب نے اپنے ملک کے مسلم وکلاء اور ججز کو یہ مسئلہ سمجھانے کے لئے انہیں سری لنکا آنے کی زحمت دی تھی اور وہ یہاں آنے پر بے حد مسرور و مطمئن تھے، بہرحال حسب پروگرام پہلے دن کچھ دیر آرام اور سفری تھکان اتارنے کے بعد شام کو کولمبو کے تبلیغی مرکز کے مدرسہ میں حاضری ہوئی، وہاں کے اکابر و اساتذہ سے ملاقات اور حضرات طلبا و اساتذہ کرام سے حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر زید مجدہ کا بیان ہوا، وہاں سے فارغ ہونے کے بعد رات کو واپس اپنی رہائش گاہ آگئے۔

اگلا دن ۱۲ر مارچ اور پیر تھا، اس دن حسب پروگرام آگے کے پروگراموں کو حتمی شکل دینے اور کام کی نوعیت اور تقسیم کار کے سلسلہ میں مقامی علماء اور اکابر کے ساتھ مشورہ ہوا کہ کس طرح ملک بھر کا دورہ کیا جائے اور کس کس جگہ پر تربیتی پروگرام رکھے جائیں۔ یوں پیر ۱۲ر مارچ کو طے ہوا کہ اس چار رکنی وفد کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

چنانچہ منگل ۱۳ر مارچ کو حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب اور مولانا مفتی خالد محمود

صاحب کو سری لنکا کے ضلع کینڈی کے مشہور شہر اکورنا کے لئے روانہ کر دیا گیا، جہاں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب اور مولانا مفتی خالد محمود صاحب نے اکورنا کے مدرسہ رحمانیہ کے اساتذہ، طلبا اور مقامی علماء حضرات سے بیان کیا، جس کی مقامی زبان میں ترجمانی کے فرائض جناب مولانا مفاذ صاحب اور جناب مولانا غزالی صاحب نے انجام دیئے، اسی شام کو اکورنا کے مضافات میں مولانا محمد جعفر صاحب کے مدرسہ زہرہ للسیدات میں بیان ہوا، اسی طرح بعد نماز مغرب کاٹو گالا کے مولانا عمر دین کے مدرسہ کلیۃ الفرقانیہ میں بیان ہوا۔ دوسری جانب دوسرے دورکنی وفد جس میں راقم الحروف اور حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر زید مجدہ شامل تھے، ان کے لئے طے ہوا کہ ہر دو حضرات کولمبو کے وسط کی جامع مسجد بملا پٹیہ میں علماء، طلبا اور اساتذہ سے مسئلہ ختم نبوت اور قادیانیت کے سلسلہ میں بیان کریں گے، چنانچہ سب سے پہلے راقم الحروف کا قریب قریب ایک ڈیڑھ گھنٹہ بیان ہوا، جس کی مقامی زبان میں ترجمانی کے فرائض مولانا عبدالخالق صاحب نے سرانجام دیئے، راقم الحروف کے بیان کے بعد حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب کا تفصیلی بیان ہوا، یوں یہ تربیتی پروگرام صبح ۹ ساڑھے نو بجے سے دو بجے تک مسلسل جاری رہا اور حاضرین نے نہایت ذوق وشوق سے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کی سنگینی کو توجہ سے سنا اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی دعا پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

یہاں سے فراغت کے بعد شام کو ہمارا وفد اگلی منزل کے لئے روانہ ہو گیا، چنانچہ دو ڈھائی گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد عشاء کے وقت ہم ضلع کینڈی کے مولانا محمد یوسف صاحب کے مدرسہ کلیۃ الحقانیہ میں پہنچے، رات کا قیام اسی مدرسہ میں رہا۔

۱۴ر مارچ بروز بدھ صبح کی نماز کے بعد حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر کا عربی زبان میں طلبا کے اندر بیان ہوا، ناشتہ کیا اور اگلی منزل کے لئے روانہ ہو گئے، چنانچہ دس بجے دن ہم ناولہ پٹیہ کے مشہور عالم دین، حضرت بنوری قدس سرہ کے شاگرد رشید اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فاضل مولانا محمد معروف صاحب کے مدرسہ کلیۃ ہاشمیہ میں پہنچے، وہاں کا ماحول دیکھ کر ایسا لگا جیسے ہم کسی دارالاسلام میں پہنچ گئے ہوں، چنانچہ وہاں کے طلبا اور علماء کی کثرت اور مہمانوں کی آمد پر ان کی خوشی اور مسرت دیدنی تھی، کسی قدر آرام کرنے اور ستانے کے بعد مدرسہ کی دوسری منزل کے ایک وسیع وعریض ہال میں تربیتی پروگرام کے بیانات کا سلسلہ شروع

ہوگیا، چنانچہ سب سے پہلے گھنٹہ بھر راقم الحروف کا اور پھر مولانا اللہ وسایا صاحب کا اور اس کے آخر میں حضرت ڈاکٹر صاحب کا مفصل بیان ہوا، چنانچہ ساڑھے چار بجے وہاں سے فراغت کے بعد کولمبو کے لئے واپسی ہوئی اور رات کو واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے، جمعرات کی رات کو اپنی قیام گاہ پر آرام کیا۔

اگلا دن جمعرات اور ۱۵ رمارچ کا تھا، صبح ناشتہ اور معمولات سے فارغ ہونے کے بعد مشورہ ہوا اور مشورہ میں طے ہوا کہ:

۱...... حضرت ڈاکٹر صاحب ہفتہ کے دن ہونے والی کانفرنس کے بیان کے لئے ''موقف الامت الاسلامیہ'' کی روشنی میں ایک مذاکرہ تیار کریں گے جو آپ نے تقریباً پچیس منٹ میں بیان کرنا ہے، جس کا خلاصہ بعد میں چند منٹوں میں بیان کر دیا جائے گا۔

۲...... راقم الحروف (مولانا سعید احمد جلال پوری صاحبؒ) قراردادیں تیار کریں گے جس میں ختم نبوت کے عقیدہ اور اس پر اجماع امت کا ذکر کریں گے اور یہ کہ جو آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ باتفاق امت کافر ہے اور یہ کہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اس بنیاد پر امت نے متفقہ طور پر مرزا اور اس کے متبعین کو کافر قرار دیا ہے، اس ضمن میں رابطہ کی قرارداد کا حوالہ، پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلہ کا حوالہ مختلف عدالتوں کے فیصلوں کا حوالہ دیا جائے۔

۳...... شروع میں مفتی رضوی صاحب افتتاحی کلمات پیش کریں گے اور اپنے افتتاحی کلمات سے موتمر کا افتتاح کریں گے اور اپنی مقامی زبان میں اس کانفرنس کی غرض و غایت بیان کریں گے۔

اسی دن حضرت ڈاکٹر صاحب کا مولانا نواز صاحب کے کلیۃ الحمدیہ اور مولانا عبدالخالق صاحب کے کلیۃ ابن عمر کے دورۂ حدیث کے طلبا سے خطاب تھا۔ اسی طرح جناب مولانا حسن فرید صاحب کے کلیہ نورانیہ میں جانے اور بات چیت کا موقع بھی ملا، اسی شام کو جناب مولانا مفتی محمد رضوی صاحب نے مقامی سربرآوردہ حضرات اور وکلا سے ملاقات اور میٹنگ کا ایک مشہور ہوٹل ''کیفے آسیا'' میں انتظام کر رکھا تھا، چنانچہ بعد نماز مغرب اس خوبصورت ہوٹل کا جتنا حصہ بک کرایا گیا تھا، حاضرین سے کھچا کھچ بھر گیا، جناب احمد چوہان اور حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلہ میں نہایت موثر بات چیت کی اور جناب مفتی محمد رضوی صاحب نے ان حضرات کو اس

مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت کے بارہ میں تفصیل سے بتلایا، رات دیر گئے وہاں سے فارغ ہوئے اور ما حضر تناول کیا اور واپس اپنے مستقر پر آ گئے۔

اس سے اگلا دن جمعہ اور ۱۶ مارچ کا تھا، چونکہ "پتلم شہر" کے مدرسہ اشرفیہ کے مدیر مولانا مبارک صاحب کی خواہش اور اصرار تھا کہ وہاں بھی ایک تربیتی پروگرام ہونا چاہئے، اس لئے حسب مشورہ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب اور مولانا مفتی خالد محمود صاحب ۳ گھنٹے کا سفر کر کے "پتلم" کے مدرسہ اشرفیہ پہنچے جہاں ان حضرات نے وہاں کے اساتذہ، طلبا اور مقامی علماء سے تفصیلی بیان فرمایا اور مولانا محمد مفاذ صاحب نے بیانات کے ترجمہ کے فرائض انجام دیئے اور شام تقریباً چار بجے ان حضرات کی وہاں سے واپسی ہوئی، دوسری جانب راقم الحروف اور حضرت ڈاکٹر صاحب نے کولمبوٹی کی مقامی مسجد میں جمعہ ادا کیا، اسی دن حضرت ڈاکٹر صاحب کا مدرسہ عین للسیدات میں اصلاحی بیان ہوا۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ کولمبو میں میمن برادری مالی، معاشی اور سماجی اعتبار سے منظم و مستحکم ہے، اس لئے انہوں نے اپنی کمیونٹی کے لئے کولمبو کے وسط کولمبو ۳ میں، اپنا ایک تین منزلہ میمن ہال بھی بنا رکھا ہے، لہٰذا اس موقع کی مناسبت سے میمن برادری کے بزرگوں نے وفد کے ارکان کو استقبالیہ دینے کے لئے دعوت دی، اور ہمارے وفد کے معزز ارکان جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب اور وکیل ختم نبوت جناب احمد چوہان صاحب سے درخواست کی کہ ہماری برادری کے حضرات کو بھی اس مسئلہ کی اہمیت و نزاکت سے آگاہ فرمائیں اور باور کرائیں کہ امت پر اس کے نبی کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور ایک جھوٹے مدعی نبوت کے مقابلہ میں سچے نبی کی کیا سیرت و کردار ہے؟

چنانچہ بعد نماز مغرب تمام مہمانوں کو وہاں لے جایا گیا اور ہال کی دوسری منزل پر باقاعدہ ایک جلسہ کا سماں تھا، جہاں ان حضرات نے نہایت والہانہ انداز میں حضرت محمد ﷺ کی سیرت و سوانح پر بیان فرمایا جبکہ احمد چوہان صاحب نے انگلش میں جنوبی افریقہ کے مقدمہ کی کارروائی کھول کر بیان فرمائی اور قادیانی ریشہ دوانیوں سے حاضرین کو آگاہ فرمایا۔ رات کو دیر گئے وہاں سے فارغ ہوئے، ما حضر تناول کیا اور واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔

اگلا دن ہفتہ ۱۷ رمارچ کا تھا، جس میں ملک بھر کے علماء کا اجتماع اور کانفرنس تھی، جہاں کولمبو کے تاجروں، وکلاء، جج اور سیاست دانوں کو جمع کر کے مسئلہ قادیانیت کی سنگینی اور قادیانیوں کے عزائم، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ان کی ریشہ دوانیوں اور ان کے خفیہ عزائم وارادوں اور اپنی نسلوں کو ان کے شر وفتن سے بچانے اور ان کے دین وایمان کو تحفظ دینے کی خاطر حضرات اکابر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب، احمد چوہان ایڈووکیٹ کا بیان طے تھا، صبح جب ''رن موتو'' ہوٹل میں منعقدہ کانفرنس میں جانے کا وقت ہوا تو جناب احمد چوہان صاحب نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ روانگی سے پہلے آپ دعا کرادیں، کیونکہ جنوبی افریقہ میں ہر روز عدالت جانے سے قبل حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اجتماعی دعا کرایا کرتے تھے۔ بہر حال ان کی فرمائش پر اجتماعی دعا کے بعد ہمارا قافلہ ''رن موتو'' ہوٹل کے لئے روانہ ہوگیا۔ چونکہ کولمبو کے اس فائیو اسٹار ہوٹل ''رن موتو'' کا آڈیٹوریم اس کے لئے پہلے سے بک کرایا جاچکا تھا، اور اس کی گیلریوں کو جگہ جگہ ختم نبوت کے بینروں، استقبالی پرچموں اور لٹریچر سے مزین کیا گیا تھا اور بغیر پاس اور کارڈ کے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی، اس لئے تھوڑی ہی دیر میں ہوٹل کا ہال کھچا کھچ بھر چکا تھا، سب سے پہلے مولانا مفتی محمد رضوی صاحب نے مسئلہ ختم نبوت اور قادیانی دعاوی اور گستاخیوں پر مبنی مدلل گفتگو فرمائی اور قادیانی کتب کھول کھول کر نہایت موثر انداز میں اپنی مقامی زبان میں اس مسئلہ کو مبرہن فرمایا، پھر احمد چوہان ایڈووکیٹ نے انگلش میں قادیانیت کے تعاقب کے سلسلہ میں جنوبی افریقہ کے مسلمانوں اور پاکستانی حضرات کی مساعی کو نہایت خوش اسلوبی سے واضح کیا، اسی طرح حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کا مفصل بیان ہوا اور حسب پروگرام حضرت ڈاکٹر صاحب کے بیان ودعا پر نہایت خیر وخوبی اور کامیابی سے یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ یوں یہ ہفت روزہ تعلیمی، تربیتی اور ختم نبوت اور تردید قادیانیت کی آگاہی کے سلسلہ کا دورہ کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔ چنانچہ ان حضرات کی مساعی اور بیداری کی برکت تھی کہ وہاں سر اٹھاتی قادیانیت دم دبانے پر مجبور ہوگئی، اس اجتماع میں دوسرے مطالبات کے علاوہ حسب پروگرام درج ذیل قراردادیں بھی منظور کرائی گئیں کہ:

الف..... مسلمانان سری لنکا بھی قادیانیوں کو رابطہ عالم اسلامی، پاکستان کی دستور ساز اسمبلی،

ماریشس کی عدالت اور ہند و پاک کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی روشنی میں غیر مسلم تصور کریں۔

ب...... ان کے ساتھ تمام شعبہ ہائے زندگی میں وہ معاملہ کیا جائے جو ایک غیر مسلم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ج...... چونکہ قادیانی زندیق ہیں اس لئے ان کے ساتھ میل جول نہ رکھا جائے۔

د...... اسی طرح ہم حکومت سری لنکا اور اپنے ہم وطن دوسرے مذاہب کے افراد سے کہنا چاہیں گے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ کاسٹ تصور کیا جائے۔

ہ...... چونکہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لئے آئندہ ان کو مسلمانوں کا نمائندہ نہ تصور کیا جائے۔

و...... حکومت کو چاہئے کہ وہ قادیانیوں کو مسلمانوں کی علامات اور شعائر کے استعمال سے روکے اور انہیں کوئی ایسا کام یا انداز اختیار نہ کرنے دے جس سے مسلمانوں کو دھوکا ہوتا ہو، مثلاً ان کی عبادت گاہ کو مسجد اور ان کی شادی کو نکاح کے نام پر رجسٹرڈ نہ کیا جائے۔

ز...... چونکہ قادیانی قرآن وسنت میں صریح تحریف کرتے ہیں، اس لئے کوئی مسلمان ان کی کسی قسم کی کوئی کتاب اور تحریر نہ پڑھے بلکہ حکومت کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کی دل آزاری پر مشتمل ان کی ایسی تمام حرکات پر قدغن لگائے اور ان کو مسلمانوں سے الگ اپنا تشخص اجاگر کرنے کا پابند بنایا جائے تا کہ کوئی مسلمان غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔

اسی شام کو کولمبو کے دوسرے حضرات کے بعض مدارس میں چائے اور ہمارے معزز میزبان جناب الحاج عبدالرحمٰن کے گھر شام کا کھانا تھا۔ رات کو دیر گئے واپس اپنی قیام گاہ آگئے، آرام کیا، صبح واپسی تھی، چنانچہ ۱۲ بجے کی پی آئی اے کی فلائٹ سے اتوار ۱۸ مارچ کو ہمارا یہ مختصر وفد واپس کراچی پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ اس دورہ کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو قادیانیوں کی شرارتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

جناب مولانا مفتی محمد رضوی اور مقامی حضرات کی رپورٹ کے مطابق اس دورہ اور تربیتی نشستوں کا یہ فائدہ ہوا کہ قادیانیت منہ چھپانے پر مجبور ہوگئی اور مسلمان بیدار ہوگئے اور قادیانی سرگرمیاں بالکل معدوم ہوگئی ہیں۔

فالحمدلله على ذلك!

# قادیانیت کا تعاقب

## (وقت کی ایک اہم ضرورت)

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اخباری اطلاعات کے مطابق قادیانی امت کے سربراہ مرزا مسرور احمد نے ایک بیان میں کہا ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے قادیانیت کی تبلیغ پر عائد خودساختہ پابندی اٹھائی جاتی ہے، لہٰذا اب قادیانی مربیوں کو بڑھ چڑھ کر قادیانیت کی تبلیغ کرنا چاہئے، نیز قادیانی سربراہ نے پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، متحدہ عرب امارات اور مصر کو قادیانیت کی تبلیغ کے لئے موزوں قرار دیا، چنانچہ روزنامہ امت میں ہے: ”لندن (نمائندہ خصوصی) قادیانی قیادت نے دنیا بھر میں قادیانیت کی تبلیغ پر گزشتہ ۵ سال سے عائد خودساختہ پابندی اٹھاتے ہوئے پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، متحدہ عرب امارات اور مصر کو تبلیغی سرگرمیوں کے لئے موزوں ترین ممالک قرار دیا ہے۔ صد سالہ تقریبات کے موقع پر مرزا مسرور احمد نے تمام قادیانی مربیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ قادیانیت کی ہر سطح پر تبلیغ شروع کریں۔ انتہائی باخبر ذرائع کے مطابق قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد نے گزشتہ دنوں لندن ایسٹ کے علاقے اکیسل سینٹر میں قادیانی عمائدین اور تبلیغی سرگرمیوں میں متحرک مربیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ قادیانیت کی تبلیغ کا سلسلہ دوبارہ شروع کریں اور بھرپور انداز میں قادیانیت کا پرچار کریں، جبکہ اس مقصد کے لئے قادیانی انٹرنیٹ چینلو بھی شروع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ذرائع کے مطابق اس اجتماع میں شریک قادیانیوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ تبلیغی سرگرمیوں کے لئے پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، متحدہ عرب امارات اور مصر کو خصوصی اہمیت دی جائے۔ اس مقصد کے لئے قادیانی مشنری تنظیموں کو فعال کرنے کی بھی ہدایت کی گئی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد نے یہ اعلان قادیانیت کے صد سالہ جشن کے موقع پر کیا ہے، انہوں نے ۲۰۰۳ء میں قادیانی خلیفہ کے طور پر ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد عالمی حالات اور قادیانی مخالف قوتوں کے اقدامات کے باعث تبلیغی سرگرمیوں کو روک دیا تھا اور اب ۵ سال بعد یہ پابندی ہٹالی گئی ہے۔ مرزا مسرور احمد نے گزشتہ جمعہ کو اپنے خطاب میں تمام قادیانیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ تحریک کو منظم و فعال کریں اور اس کے لئے متحد ہوکر جدوجہد کریں، جبکہ قادیانی ٹی وی: ایم۔ٹی۔اے کا نیٹ ورک وسیع کرنے کے لئے بھی لائحہ عمل بنایا جارہا ہے۔“

(روزنامہ امت کراچی، ۲/جون ۲۰۰۸ء)

قادیانیت کے جھوٹے ہونے کے لئے کسی دوسری دلیل و برہان کی بجائے صرف مرزا مسرور احمد قادیانی کا مندرجہ بالا بیان ہی کافی ہے۔ کیونکہ کسی سچے داعی نے آج تک سچائی اور صداقت پر مبنی اپنے پیغام اور دعوت کو کسی وقتی اور معروضی حالت کے پیش نظر ایک لحہ کے لئے روکا ہے، اور نہ اس پر خودساختہ پابندی وقدغن لگائی ہے۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام، ان کے خلفاء، علماء، صلحاء اور ائمہ دین کی سیرت وسوانح اور ان کا اسوہ حسنہ اس پر شاہد ہے کہ ان پر کیسے کیسے سنگین حالات آئے اور ان پر ظلم وستم کے کتنا پہاڑ توڑے گئے؟ مگر انہوں نے جس بات کو حق و سچ جانا، اس کو برملا اور ڈنکے کی چوٹ کہا، اس کی پاداش میں ان کو قتل کیا گیا، ان کو سولی پر لٹکایا گیا، ان پر آرے چلائے گئے، ان کو دولخت کیا گیا، ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں، ان کا گوشت پوست، ہڈیوں سے ادھیڑا گیا، ان کی کھال کھینچی گئی، ان کو آگ میں ڈالا گیا، ان پر پتھر برسائے گئے ان کے رفقاء کو سولی دی گئی، ان کو دیواروں میں چنا گیا، ان کو دیواروں سے کیلا گیا، ان کی ٹانگوں کو گھوڑوں سے باندھ کر چیرا گیا، ان کو بے یار و مددگار قتل کیا گیا، ان کو دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا، ان کی آل اولاد، بیوی اور بچوں کو ذبح کیا گیا، ان کو مال ومتاع اور گھر بار سے محروم کیا گیا، ان کو وطن سے بے وطن کیا گیا، مگر انہوں نے جس بات کو حق جانا اس سے ایک انچ پیچھے ہٹے اور نہ ایک لحہ رُکے۔

دور کیوں جایئے! نبی اُمی ﷺ کے نام لیواؤں کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کیا کچھ نہیں کیا گیا؟ کیا انہیں سرے عام سولی پر نہیں چڑھایا گیا؟ کیا ان کو سور کی کھال میں بند کر کے ان پر کتے نہیں چھوڑے گئے؟ کیا ان کو ابلتے تیل میں کباب نہیں بنایا گیا؟ کیا توپوں کے دہانے پر کھڑا کر کے ان کے چیتھڑے نہیں اڑائے گئے؟ مگر کیا ان میں سے کسی نے بھی قادیانیوں کی سی نام نہاد مصلحت کا مظاہرہ کیا؟ نہیں ہرگز نہیں؟ بلکہ سولی کا پھندا گلے میں ڈالتے وقت بھی وہ اعلان حق سے باز نہیں آئے۔ اس سے ذرا اور پیچھے اور قریب آجایئے! تو معلوم ہوگا کہ سچے دین کے سچے شیدائیوں نے اس گئے گزرے دور میں بھی طاغوت اور عالمی دہشت گرد امریکا کے مقابلہ میں اپنی جانوں پر کھیل کر حق کا بول بالا کیا اور گزشتہ دس سال سے امریکی مظالم کی چکی میں پسنا، جیلوں میں سڑنا اور شہید ہونا تو گوارا کیا مگر مداہنت، بزدلی، ڈر اور خوف کو اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک گوانتانامو بے کی بدنام زمانہ جیل، امریکی مظالم اور ظلم و بربریت کی

بدترین شکلیں اور دنیا بھر کے کٹر اسلام دشمن، ان کو راہ حق سے نہیں ہٹا سکے۔ اسی طرح کیا افغانستان، عراق، چیچنیا، بوسنیا اور خود پاکستان میں لال مسجد کے معصوم طلبہ، طالبات، اساتذہ اور بے قصور مظلوموں نے یہ ثابت نہیں کر دیا؟ کہ حق و سچ کا داعی مر تو سکتا ہے، مگر اپنی دعوت حق کو ایک لمحہ کے لئے روک سکتا ہے اور نہ اس پر سودے بازی کر سکتا ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قادیانیوں کا اپنے مذہب کی تبلیغ پر پانچ سال تک خود ساختہ پابندی لگانا اور دعوت کو موقوف کرنا، کیا ان کے سچے ہونے کی علامت ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ ان کے جھوٹا ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

اس سب سے قطع نظر، بہرحال تمام مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، متحدہ عرب امارات اور مصر کے دین دار اور اسلام سے ہمدردی رکھنے والے افراد کو سوچنا چاہئے کہ قادیانی کفر و ارتداد نے پانچ سال بعد پھر انگڑائی لی ہے اور وہ ایک بار پھر نئے ولولے اور جذبہ سے اپنی الحادی تحریک کے مردہ میں روح پھونکنے کے لئے پر تول رہا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ جس طرح گزشتہ سو سال سے وہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے ہمت، جرأت اور بیدار مغزی کا ثبوت دیتے آئے ہیں... یہاں تک کہ قادیانی یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ مسلمانوں کے دین و ایمان کو چھیڑنا اور اپنی جھوٹی دعوت کا اظہار کرنا، اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے... ٹھیک اسی طرح اگر انہوں نے آج بھی قادیانی فتنہ کے سامنے بیداری کا ثبوت دیا تو وہ ایک بار پھر اسی طرح اپنی بلوں میں گھس جائیں گے جس طرح گزشتہ پانچ برسوں سے اپنی پناہ گاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ تجربہ شاہد ہے کہ باطل اور باطل پرستوں میں ہمت و جرأت نہیں ہوتی، لہٰذا اگر مسلمان، قادیانیوں کے مقابلہ میں سینہ تان کر کھڑے ہو جائیں یا ان کا تعاقب کرنا شروع کر دیں، تو وہ مسلمانوں کے نام سے ایسے بھاگیں گے، جس طرح کانا دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سایہ سے بھاگے گا۔

قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کا پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، مصر اور متحدہ عرب امارات کو اپنی تبلیغ کے لئے موزوں قرار دینا، اس کی خود فریبی اور اپنے ماننے والوں کے لئے طفل تسلی سے بڑھ کر کچھ نہیں، ورنہ وہ خود بھی جانتا ہے کہ بحمد اللہ! پاکستان میں اب قادیانیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں، اس لئے کہ اب قانون اور آئین کی رو سے ان کی کھلے عام تبلیغ پر پابندی ہے، وہ

اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے، وہ اسلامی شعائر استعمال نہیں کر سکتے، اور پاکستان کی مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ ان قانونی دفعات سے آگاہ ہے، بلکہ عام مسلمان تک اس سے آشنا ہے، لہٰذا اس کی خلاف ورزی پر ان کے خلاف ہر محاذ پر تعاقب کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مسلمان، چاہے کتنا ہی گیا گزرا اور عملی طور پر کیسا ہی کمزور کیوں نہ ہو، مگر بہر حال وہ باغیانِ ختم نبوت کو برداشت کرنے کے لئے قطعاً آمادہ نہیں۔ جبکہ بحمد اللہ! آج پاکستان میں ہر مسلمان باشعور اور دینی جذبات سے مامور ہے، اور قادیانی دجل والحاد کے سامنے بند باندھنے کے لئے کمربستہ ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال: پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد کے قادیانی طلبہ کی سرِ عام تبلیغ کے خلاف غیور مسلمانوں اور ناموس رسالت کے پروانوں کا بھرپور احتجاج اور سدباب کی کوشش ہے، اس پر قادیانی طلبہ کی جارحیت، مار دھاڑ، فائرنگ اور دہشت گردی کا مظاہرہ اور اس کے ردِ عمل میں مسلمان طلبہ کا بھرپور احتجاج و مزاحمت اور کالج انتظامیہ کی جانب سے ۲۳ طلبہ و طالبات کا اخراج ہے.... یہ دوسری بات ہے کہ قادیانیت نواز سرکاری مہرے، پنجاب میڈیکل کالج کے عزت مآب پرنسپل کی اس جرأت مندانہ کارروائی اور مستحسن اقدام کو برداشت نہ کر پائیں۔

آج سے ساٹھ ستر سال قبل جب قادیانیوں کو انگریز کی سرپرستی حاصل تھی، قانون اور آئین ان کو تحفظ فراہم کرتا تھا، فوج، پولیس، انتظامیہ، عدلیہ اور بیوروکریسی ان کا ساتھ دیتی تھی، اگر اس وقت قادیانیوں کا جادو نہیں چل سکا تو اب جبکہ پولیس، فوج، انتظامیہ، عدلیہ، بیوروکریسی اور پاکستان کے ایوان زیریں سے لے کر بالا تک سب کے سب قادیانیوں کے کفر پر متفق ہیں، اب ان کی دال کیونکر گل سکتی ہے؟

اسی طرح بحمد اللہ! بنگلہ دیش کا مسلمان بھی جاگ چکا ہے اور خیر سے بنگلہ دیش کی عدلیہ اور کورٹ نے بھی ان کی دعوت و تبلیغ کے علاوہ ان کی کتب و لٹریچر پر مکمل طور پر پابندی لگا رکھی ہے، بلکہ درپردہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک تقریباً شروع ہو چکی ہے، ایسے میں بنگلہ دیش میں قادیانیت کیونکر پنپ سکے گی؟

اسی طرح بھارت میں بھی کئی سال سے مجلس تحفظ ختم نبوت فعال ہو چکی ہے اور جمعیت علماء ہند اور دارالعلوم دیوبند کے اکابرین اس فتنہ کی سرکوبی اور تعاقب میں سرگرم ہیں اور قادیانی مراکز میں جا جا کر مناقشہ، مناظرہ، مباہلہ اور تقریر و تحریر کے میدان میں ان کا ناطقہ بند کر چکے ہیں،

صرف یہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں ان کا کام مربوط ومنظم شکل اختیار کر چکا ہے، جس کی واضح مثال دہلی میں دہشت گردی کے خلاف منعقدہ عظیم الشان اجتماع میں قادیانیت کے خلاف سکھوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کی نفرت اور انسداد قادیانیت پر مشتمل قراردادیں اور تقریریں ہیں، بتلایئے! اس صورتحال کے باوجود وہاں قادیانیوں کی دسیسہ کاری کیونکر چل سکتی ہے؟ جہاں تک عرب امارات اور مصر کے مسلمانوں کا حال ہے، وہاں کے مسلمان اس عجمی سازش اور فتنہ سے اس وقت سے آگاہ ہیں جب سے رابطہ عالم اسلامی نے ایک قرارداد کے ذریعہ ان کے کفر وارتداد پر مہر تصدیق ثبت فرمائی تھی۔

اس سب سے ہٹ کر عالمی طور پر جہاں، جہاں قادیانی کفر وارتداد اور ان کی ملک وملت دشمنی واضح ہوتی جارہی ہے وہاں وہاں سے اس شجرہ خبیثہ کی جڑیں اکھڑتی اور بنیادیں کھوکھلی ہوتی جارہی ہیں، چنانچہ گزشتہ ایک عرصہ سے قادیانیت کا انڈونیشیا کی جانب رخ تھا اور کچھ انڈونیشی ان کے دھوکے اور جھانسے میں آ بھی گئے، لیکن جوں ہی ان کو اس فتنہ کی حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے اس کا تعاقب کرنا شروع کردیا اور نوبت بایں جارسید کہ:

”جکارتہ (ثناء نیوز) انڈونیشیا میں قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔ انڈونیشی صدر سلوسیلو بمباک کی جانب سے جاری کردہ آرڈی نینس کے تحت قادیانیت کی تبلیغ کرنے والوں کو گرفتار کرلیا جائے گا۔ قادیانیت کی تبلیغ کے خلاف انڈونیشیا میں گزشتہ کئی ہفتوں سے عوامی احتجاج کیا جارہا تھا، جس کے بعد صدر نے وزارتِ داخلہ اور وزارتِ مذہبی امور کی تیار کردہ سفارشات کے تحت قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی کے احکامات جاری کردیئے ہیں۔“

(روزنامہ امت کراچی مورخہ ۱۱ر جون ۲۰۰۸ء)

ہم قادیانی قیادت سے عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ یہ بات نوٹ کرلے کہ اب قادیانی نہ صرف اسلامی ممالک میں، بلکہ اپنے آقاؤں کے ہاں یورپ اور امریکا میں بھی انشاء اللہ چین سے نہیں بیٹھ سکیں گے، اب وہ وقت قریب ہے، جب وہ اپنے ماننے والوں کو کہیں گے کہ اب قادیانیت کا نام لینا چھوڑ و، ورنہ حق وانصاف کی تلوار تمہارا فیصلہ کردے گی۔

اسلام زندہ باد .... قادیانیت مردہ باد!

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیّدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین**

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# جشن خلافت

## (قادیانی عقائد و نظریات کے آئینہ میں)

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ شہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

بلاشبہ ہرانسان اپنی خواہش وآرزو کی تکمیل وتحصیل پرخوش اور ناکامی ونامرادی پر مغموم ومحزون ہوتا ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اولادوذریت اس فطری اصول سے ہٹ کر اپنی کسی ناکامی کو ناکامی نہیں سمجھتی، بلکہ وہ اپنی ہر بدقسمتی اور حرماں نصیبی پر خوشی کے شادیانے بجاتی اور جشن مناتی ہے، قادیانی تاریخ کا جائزہ لیجئے تو گزشتہ سوسال سے وہ اس پر عمل پیرا ہے۔

گذشتہ سوسال سے قادیانی امت کو کس قدر اور کتنی بار ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا؟ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں، اس کی تفصیلات طویل بھی ہیں اور وقت طلب بھی، مگر بہرحال انہوں نے ہمیشہ اس ذلت ورسوائی کو اپنے لئے باعث عزت وافتخار سمجھا، شاید ان کا خیال ہوگا کہ: بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا؟

کچھ اسی طرح کا معاملہ اس بار بھی ہوا کہ گزشتہ کئی ہفتوں سے قادیانی میڈیا پر یہ خبر بڑی شدّ ومدّ سے سرگرم تھی کہ قادیانی امت ۲۶؍مئی ۲۰۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد مرزائی خلافت کے سوسال پورے ہونے پر ''جشن خلافت'' منارہی ہے اور وہ اس کی بھرپور تیاری میں مصروف ہے۔

''جشن خلافت'' کا پس منظر یہ ہے کہ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو مسیلمہ پنجاب اور کذاب قادیان مرزا غلام احمد قادیانی وبائی ہیضہ کے عذاب میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوگیا تھا، موت کے بعد اس کی خلافت کی گدی پر، اس کی نامردی کے معالج ومرید خاص حکیم نورالدین بھیروی کو بٹھایا گیا۔ جو اس کا جانشین وخلیفہ قرار پایا، یوں اس وقت سے اب تک قادیانی خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔

چونکہ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء سے ۲۶؍مئی ۲۰۰۸ء تک قادیانی خلافت کو پورے سوسال ہوگئے ہیں، اس لئے قادیانی ''جشن خلافت'' منانا چاہتے تھے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ اپنے اس منصوبے اور پروگرام میں ناکام ہوگئے اور وہ جشن خلافت نہیں منا سکے، مگر بہرحال ان کی ناکامی

بھی کامیابی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے اس پروگرام کے اعلان واظہار سے یقیناً بہت سارے مقاصد ومنافع حاصل کر لئے ہوں گے، مثلاً:

۱...... انہوں نے اس جشن کے نام پر حسب معمول خوب چندہ اور فنڈ اکٹھا کیا ہوگا۔

۲...... انہوں نے اس کے ذریعے اپنے ناپاک وجود کا احساس اور اپنی نام نہاد کارکردگی کا ڈھنڈورا پیٹا ہوگا۔

۳...... اس کے ذریعے اپنی جھوٹی شہرت اور مظلومیت کا پروپیگنڈا کیا ہوگا۔

۴...... اپنے آقاؤں اور سرپرستوں کو باور کرایا ہوگا کہ ہمارے ساتھ امتیازی اور غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے جشن خلافت پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔

۵...... انہوں نے ''خلافت'' کے نام پر دنیا بھر کی سیدھی سادی عوام اور مسلم اکثریت کو دھوکا دیا ہوگا اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو مسلمان باور کرانے کی کوشش کی ہوگی۔

۶...... اپنے جاہل کارکنوں اور بھولے بھالے قادیانیوں کو مطمئن کر کے اپنی یا ان کی سیاسی پناہ کا جواز تلاش کیا ہوگا۔

۷...... اس کی بدولت انہوں نے لاتعداد کارکنوں کو مختلف ممالک میں سیاسی پناہ دلائی ہوگی۔

۸...... رائل فیملی، خصوصاً قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کی پاکستان سے بھاگ کر برطانیہ جا بیٹھنے کی حکمت عملی سجھائی ہوگی۔

۹...... بہت سارے نوجوانوں اور سیدھے سادے مسلمانوں کو اپنے خلاف روا رکھے جانے والے امتیازی سلوک کے نام پر اپنا ہم نوا بنایا ہوگا، ان سے بیعت فارم پُر کروایا ہوگا اور ان کو یورپ، افریقہ اور امریکا وغیرہ ایسے ممالک میں سیاسی پناہ دلا کر اپنا کمیشن کھرا کیا ہوگا۔

۱۰...... اپنی روایتی بزدلی پر پردہ ڈالا ہوگا، اور اپنی زیر زمین سرگرمیوں کا جواز تلاش کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض قادیانی امت: ''بے حیاء باش ہر چہ خواہی کن'' کے مصداق ایسی بے باک اور فاطر الحیاء ہے کہ وہ ہر ذلت سے عزت اور ہر شکست سے فتح اور ہر خست سے شرافت اور ہر خفت سے عظمت کا مفہوم نکال لیتی ہے۔ شاید ان کے وجود و بقا کا راز ہی اسی میں ہے، اور کیوں نہ ہو کہ ان کا ابا مرزا غلام احمد قادیانی محمدی بیگم سے نکاح کی جھوٹی پیشینگوئی کو اپنی صداقت کا نشان قرار

دیتے ہوئے خود اپنے بارہ میں لکھتا ہے: ”میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی... تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں، مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دے دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں... اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔“ (جنگ مقدس ص۲۱۱، خزائن ج۶ ص۲۹۳)

دیکھئے! مرزا قادیانی نے اپنی ذلت سے کیسی عزت کشید کرنا چاہی؟ مگر افسوس کہ جس طرح مرزا قادیانی اپنی ذلت سے عزت حاصل نہ کر سکے، بلکہ ذلیل کے ذلیل رہے، ٹھیک اسی طرح اس کی اولاد بھی اپنے آپ کو اور مرزا قادیانی کو بُرا بھلا کہنے کے باوجود کوئی عزت و شہرت نہ پا سکی۔

قطع نظر اس کے کہ قادیانی پاکستان میں ”جشن خلافت“ نہ منا سکے اور ان کو اپنے اس مقصد میں ناکامی ہوئی، تاہم سوال یہ ہے کہ ان کا ”جشن خلافت“ منانا صحیح بھی ہے یا نہیں؟ کہیں یہ مرزا غلام احمد کی موت پر خوشی منانے کے مترادف تو نہیں ہوگا؟ اس لئے کہ:

۱...... ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت واقع ہوئی، اب ایک سو سال بعد ۲۶ر مئی ۲۰۰۸ء کو اس کی موت کو جب پورے سو سال ہوئے، اس موقع پر جشنِ خلافت کے نام سے خوشی منانا کیا مرزا کی موت کی خوشی نہ کہلائے گی؟ اگر نہیں تو کیوں؟

۲...... مرزائی کہا کرتے ہیں کہ: ”اجرائے نبوت ایک نعمت ہے اور یہ نعمت اگر بنی اسرائیل میں باقی تھی تو امت مسلمہ اس سے محروم کیوں ہے؟“ سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی موت پر... قادیانیوں کے بقول... ”نبوت جیسی نعمت“ کے خاتمہ اور اجرائے خلافت پر جشن منانے کا کہیں یہ معنی تو نہیں ہوگا کہ خود قادیانی امت بھی ”نبوت جیسی نعمت“ کے انقطاع پر جشن منا رہی ہے؟

۳...... کیا آج تک کبھی کسی نے اپنے بڑے کی موت اور چھوٹے کی تاج پوشی پر خوشی منائی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا کہا جائے کہ چھوٹے کی تاج پوشی، بڑے کی موت سے زیادہ خوشی کی چیز ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے، تو عین اس دن جس دن مرزا غلام احمد قادیانی مرا تھا، جشن خلافت منانا مرزا کی موت کا جشن نہ تصور ہوگا؟

۴...... کیا آج تک قادیانیوں نے مرزا کے دعویٰ نبوت پر بھی ''جشن نبوت'' منایا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیوں؟ سوال یہ ہے کہ نبوت اہم ہے یا خلافت؟ اگر نبوت اہم ہے تو ''نبوت'' کے بجائے خلافت پر خوشی کے جشن کا کیا معنیٰ؟

۵...... قادیانی عقیدہ کی روشنی میں... اگر آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے جاری رہنے کی ضرورت تھی تو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد نبوت کے اجراء کی ضرورت کیوں باقی نہیں رہی؟ اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے، تو قادیانی امت اس محرومی پر ماتم کرنے کی بجائے جشن کیوں منانا چاہتی ہے؟

۶...... اگر مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد نبوت کا کام ان کے خلفاء سنبھال سکتے ہیں تو کیا آنحضرت ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا مشن آپ ﷺ کے خلفاءؓ اور امت نہیں سنبھال سکتی تھی؟ اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے، تو اجرائے نبوت کی کیا ضرورت تھی؟

۷...... آنحضرت ﷺ پر نبوت ورسالت کے اختتام اور ختم نبوت پر قرآن کریم کی ایک سو سے زائد آیات اور دو سو سے زائد احادیث اور پوری امت کا اجماع ہے، سوال یہ ہے کہ قادیانیوں کے پاس اجرائے نبوت پر بھی کوئی ایک آدھ قرآنی آیت، حدیث یا نص موجود ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اجرائے نبوت کا کیا معنیٰ؟

۸...... آنحضرت ﷺ نے ختم نبوت کے تناظر میں اجرائے خلافت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''**وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء**'' (بخاری ج۱ ص۴۹۱) سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی کہیں یہ اعلان کیا تھا کہ اب میرے بعد نبوت نہیں، خلافت ہوگی؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کہاں اور کس کتاب میں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جشن خلافت منانا مرزا کی تعلیمات کی مخالفت کے مترادف نہیں؟

۹...... مرزا قادیانی کی موت اور اس کی خلافت کے سو سال ہونے پر ''جشن خلافت'' منانے کا یہ معنیٰ نہیں کہ مرزا قادیانی کے ماننے والوں کا آقائے دو عالم حضرت محمد ﷺ سے کوئی تعلق نہیں اور ان کا آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان کا دعویٰ محض دھوکا اور فریب ہے، اگر نہیں تو سو سالہ جشن خلافت کا کیا معنیٰ؟ کیا آنحضرت ﷺ کی رحلت ووفات کو سو سال ہوئے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو کیا اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت نبی امی ﷺ سے اپنا رشتہ ایمان توڑنے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے خلفاء سے جوڑنے پر جشن منا رہی ہے؟

۱۰...... کیا مرزائیوں کے "جشن خلافت" کے اعلان سے یہ بات واضح نہیں ہوجاتی کہ قادیانی امت کا اجرائے نبوت کا عقیدہ، اجرائے نبوت کو نعمت قرار دینا، یا اپنے آپ کو آنحضرتﷺ کا امتی باور کرانا، خالص دھوکا، فریب اور فراڈ ہے۔ اس لئے کہ اولاً: ان کا آنحضرتﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرنا، ثانیاً: اجرائے نبوت کا قائل ہونا، ثالثاً: مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لانا، رابعاً: مرزا قادیانی کے بعد عقیدۂ اجرائے نبوت سے انحراف کرنا، خامساً: اجرائے خلافت پر ایمان لانا، اس پر خوش ہونا اور اس پر جشن منانا، اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ خود مرزائی بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد اجرائے نبوت کے نہ صرف قائل نہیں، بلکہ وہ مرزا کے بعد اس کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

ان تفصیلات کے بعد کیا کہا جائے کہ مرزائیوں کا قرآن وسنت اور اجماع امت پر ایمان ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! اگر ایسا ہوتا تو مرزائی امت کو حضورﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟ اسی طرح اگر وہ آنحضرتﷺ کی ختم نبوت اور آپﷺ کی خلافت پر ایمان رکھتے یا ان کا آنحضرتﷺ اور قرآن وسنت اور اجماع امت پر عقیدہ ہوتا تو وہ سوسالہ نہیں چودہ سوسالہ خلافت کا جشن مناتے۔ جب ایسا نہیں تو دو اور دو چار کی طرح واضح ہوگیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کا نہ قرآن پر ایمان ہے نہ حدیث پر، نہ اجماع امت پر، نہ حضورﷺ پر اور نہ اسلامی خلافت پر بلکہ وہ ایک نئے اور خودساختہ نبی اور خودساختہ خلافت پر ایمان رکھتے ہیں، بلکہ دیکھا جائے تو ان کا مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدۂ اجرائے نبوت پر بھی ایمان نہیں، اگر ایسا ہوتا تو وہ جشن خلافت ہی کیوں مناتے؟ لہٰذا ان کا نہ تو امت مسلمہ سے کوئی علاقہ اور رشتہ ہے اور نہ ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی تعلیمات پر ان کا ایمان ہے، بلاشبہ ان کا حال اس کا مصداق ہے کہ: "دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔"

لہٰذا حکومت پاکستان، ارباب اقتدار اور پوری امت مسلمہ اور خصوصاً اہلیان پاکستان پر لازم ہے کہ ایسے باغیان نبوت وخلافت اور بدمذہبوں کا بھرپور محاسبہ کیا جائے اور ان کے منہ میں لگام دی جائے، اور ان کو اس بغاوت، عدوان اور ضلالت وگمراہی کی ترویج پر قرار واقعی سزا دی جائے اور امت مسلمہ کے سیدھے سادے مسلمانوں کو ان کی ریشہ دوانیوں سے بچاتے ہوئے ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیّدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
آئین پاکستان
اور
اعلیٰ عدالتوں کے خلاف
ایک خطرناک سازش
(بسلسلہ رسائل ختم نبوت پر پابندی کا نوٹس)
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

۸ ستمبر ۲۰۰۶ء کو روزنامہ ''ایکسپریس'' لاہور کے صفحہ اوّل پر نامہ نگار خصوصی افتخار چوہدری کے حوالہ سے ''مذہبی منافرت اور دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے ۹۰ کتابوں کی خرید و فروخت پر پابندی'' کے عنوان سے ایک چار کالمی خبر شائع ہوئی ہے' جس میں کہا گیا ہے کہ: ''وفاقی حکومت نے فرقہ وارانہ تعصب و دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے ملک بھر میں مختلف مکاتب فکر کی ۹۰ کتب کی خرید و فروخت پر فوری پابندی عائد کردی ہے' اسلام آباد اور چاروں صوبوں کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کو ان کتب کی فہرست جاری کردی ہے' ان کے مواد کو شر انگیز' اشتعال انگیز اور فرقہ وارانہ منافرت کا موجب قرار دیا گیا ہے' اور فروخت کرنے والوں کے خلاف گرینڈ آپریشن کا حکم دے دیا ہے۔ فہرست میں نوے کتب کے نام اور مصنفین کے نام بھی درج ہیں۔ وزارت داخلہ کے ذمہ دار ذرائع کے مطابق صدر جنرل پرویز مشرف کی ہدایت پر ملک سے فرقہ وارانہ دہشت گردی کو دور کرنے کے لئے ملک بھر کی انتظامیہ کو مکمل طور پر چوکنا کردیا گیا ہے' کیونکہ ماضی میں انہی فرقہ وارانہ اشتعال دینے والی کتابوں کی وجہ سے شیعہ' سنی اور دیگر مکاتب فکر کے خوفناک فسادات ہوئے' جن میں بیرونی ہاتھ ملوث ہونے کے شواہد ملتے رہے...... سرکاری رپورٹ کے مطابق حکومت نے ملک بھر کی پولیس کو دینی کتب کے بک اسٹالوں' مدارس' مساجد اور امام بارگاہوں کے سامنے دینی کتب فروخت کرنے والوں کی کڑی نگرانی کرکے ان کی گرفتاریوں کی ہدایت کی ہے' حکومت نے پولیس سربراہان سے کہا ہے کہ ایسی کتب فروخت کرنے والوں کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات درج کئے جائیں...... ان کی تفصیل یہ ہے...... اس کے بعد کتب اور ان کے مصنفین اور ناشران کے پتے درج ہیں۔ ناقل''

قطع نظر اس کے کہ اس خبر میں کس قدر صداقت ہے؟ کیا واقعی جناب صدر اور وزارت داخلہ نے ایسا کوئی نوٹیفکیشن جاری بھی کیا ہے یا نہیں؟ تاہم اگر یہ خبر سچی ہے اور سرکار کی طرف اس کی نسبت کرنا صحیح ہے' تو ہمارے خیال میں پابندی کا نوٹیفکیشن جاری کرنے والے بزرجمہروں نے ان کتابوں کو پڑھا تو کجا' شاید دیکھا بھی نہ ہوگا' اس لئے کہ اگر انہوں نے ان رسائل و کتب کو پڑھا ہوتا تو انہیں اندازہ ہوتا کہ ان میں سے بعض رسائل و کتب فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی نہیں' بلکہ

مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ پر مشتمل ہیں، کیونکہ یہ کتب/رسائل کسی مسلم فرقہ کی مخالفت کی بجائے نبی امی حضرت محمد ﷺ کے باغیوں، پاکستان کے آئین ودستور اور پوری امت مسلمہ کے فتوی کی رو سے غیر مسلم قرار پانے والے قادیانیوں کی سرکوبی اوران کے غلیظ عقائد کی نقاب کشائی پر مشتمل ہیں۔

لہٰذا ہمارا احساس ووجدان کہتا ہے کہ ان کتب/رسائل پر پابندی کی منصوبہ بندی۔ اس نوٹیفکیشن کی ترغیب وتحریص اور ترتیب وتیاری کے پیچھے قادیانی مہروں کا ہاتھ ہے، یا پھر وزارت داخلہ اور بیوروکریسی نادانستہ طور پر قادیانی ہاتھوں میں کھیل کر ان کے عزائم کی تکمیل کر رہی ہے۔

اس لئے کہ اس پابندی کی زد میں قریب قریب تمام مکاتب فکر کی کوئی نہ کوئی کتاب ضرور آئی ہے۔ اس پابندی سے چشم بددور اگر کسی کو استثنا حاصل ہوا ہے تو وہ صرف اور صرف قادیانی کتب، رسائل وجرائد ہیں۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کا پورا کا پورا لٹریچر اس قابل ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس پر پابندی لگائی جائے، بلکہ اس کو ضبط کر کے آگ لگا دینا چاہئے۔ اس لئے کہ اس میں کسی ایک فرد، قوم اور برادری نہیں، بلکہ پوری امت مسلمہ کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اسلاف امت، ائمہ مجتہدینؒ، اور خود ذات باری تعالیٰ کو بے نقط سنائی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون اپنے مخالفین کو ولد الزنا، حرامی اور جنگل کے سور اوران کی عورتوں کو کنجریوں اور کتیوں تک کی غلیظ گالیاں بکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے حضرات حسنین، حضرت فاطمہ، حضرات صحابہ کرامؓ کی توہین کے ساتھ ساتھ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی اوران کی دادیوں اور نانیوں کو زناکار اور کسبی عورتیں تک کہا اور لکھا ہے۔ (دیکھئے حاشیہ کشتی نوح ص۱۶، آئینہ کمالات اسلام، خزائن ج ۵ ص ۵۴۷، نجم الہدیٰ، خزائن ج ۱۴ ص ۵۳، نزول مسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷، ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹، ۲۹۰، دافع البلاء ص آخر، کلمۃ الفصل ص ۱۱۰، ۱۵۸، ملفوظات احمدیہ ج دوم ص ۱۴۲، آئینہ صداقت ص ۳۵، ازالہ اوہام ص ۲۶ تا ۲۸، ۶۸۸، خزائن جلد ۳ ص ۱۱۵، ۱۶۶، ۴۷۱، ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۳۵، خزائن ج ۲۱ ص ۴۱۰، "الفضل" قادیان ج ۱۱ نمبر ۶۶ ص ۹، مورخہ ۲۲ رفروری ۱۹۲۳ء، ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۱۲۰، خزائن ج ۲۱ ص ۲۸۵، ماہنامہ "المہدی" جنوری/فروری 1915 نمبر ۲/۳ صفحہ ۵۷، وغیرہ)

بجائے اس کے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اشتعال انگیز کتابوں اور تحریروں پر پابندی لگتی، الٹا وزارت داخلہ کے بزرجمہروں نے ان کتابوں پر پابندی عائد فرمائی ہے، جن کے ذریعہ

مسلمانوں کو امت مسلمہ کے اس باغی، انگریزوں کے نمک خوار اور مدعی نبوت کا مکروہ چہرہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، کیا کہا جائے کہ یہ کسی مسلمان کا کارنامہ ہے؟ یا کسی بدبودار قادیانی کا؟

اگر صدر پرویز مشرف، وزارت داخلہ اور اس کے کارپردازوں کو ذرہ بھر آنحضرت ﷺ سے محبت ہوتی تو وہ ان کتابوں پر قطعاً پابندی نہ لگاتے، جو نہایت شستہ و شائستہ زبان اور دلائل و براہین کے اصولوں پر لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان کی طرف سے شائع کردہ کتب و رسائل میں سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی: ''نزول عیسیٰ علیہ السلام، قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین، المہدی والمسیح پانچ سوالوں کا جواب، قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق، اور گالیاں کون دیتا ہے؟'' اسی طرح طاہر رزاق صاحب کی: ''قادیانی شبہات کا دندان شکن جواب' صاحبزادہ طارق محمودؒ کی: ''فیصلہ آپ کیجئے'' مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کی: ''قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ اور قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ'' میں سے بتلایا جائے کہ کون سی کتاب فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی ہے؟ یا اس میں سے کس کا مضمون اشتعال انگیز ہے؟

۱...... کیا جناب صدر، وزارت داخلہ اور بیوروکریسی بتلاسکتی ہے کہ حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ فروعی ہے؟ کیا یہ قرآن وسنت اور پوری امت مسلمہ کا عقیدہ نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس پر پابندی کا کیا معنی؟

۲...... اسی طرح ''قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین' میں کون سا فروعی مسئلہ اٹھایا گیا ہے؟ کیا مسلمانوں کے لئے قادیانی ارتدادی تحریک کا انسداد بھی فروعی مسئلہ ہے؟ اگر نہیں، تو کیا مسلمانوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے شعائر کا تحفظ کریں؟ اور مسلمانوں کو باور کرائیں کہ کلمہ طیبہ کے نام پر مسلمانوں کو دھوکا دینے والوں کا اس کلمہ طیبہ پر ایمان نہیں ہے؟

۳...... اسی طرح کیا حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کے نزول وظہور کا بیان بھی اشتعال انگیز ہے؟ کیا کوئی مسلم فرقہ اس عقیدہ کا مخالف ہے؟ اگر نہیں' تو اس کو اشتعال انگیز یا فرقہ وارانہ منافرت کا ذریعہ کیونکر کہا جاسکتا ہے؟

۴...... ایسے ہی ''قادیانیوں اور دوسروں کافروں کے درمیان فرق'' میں کون سی فرقہ واریت کی تعلیم دی گئی ہے؟ کیا قادیانیوں، عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں، پارسیوں اور بدھسٹوں کے مابین فرق وامتیاز کو بیان کرنا فرقہ واریت ہے؟ کیا مسلم عوام کے ذہنوں سے ان شکوک واوہام کا

ازالہ کرنا کہ، جو لوگ اپنے آپ کو صاف صاف طور پر غیر مسلم کہتے ہیں، ہمیں ان سے اختلاف ضرور ہے، مگر ہم ان سے تعرض اس لئے نہیں کرتے کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کے نام پر دھوکا نہیں دیتے، اور قادیانیوں سے اختلاف ونزاع کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے کفریہ عقائد کو اسلام باور کراتے ہیں، اور ان کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص سور اور خنزیر کے گوشت کو بکری کا گوشت کہہ کر فروخت کرتا ہے۔ اس لئے مسلمان ایسے منافقین ومرتدین اور زندیقوں سے ہوشیار رہیں، اور ان کی سازشوں میں نہ آئیں، ہاں اگر قادیانی بھی اپنے عقائد کو...... جو کچھ بھی ان کے عقائد ہیں...... اسلام کا نام نہ دیں تو ہم ان کا تعاقب وتعرض نہیں کریں گے۔ بتلایا جائے کیا مسلمانوں کو ایسے حقائق کی نشاندہی کی بھی اجازت نہیں ہے؟ کیا قادیانی اپنے غلیظ کفر کو ایمان باور کراتے رہیں؟ اسلام کے نام پر الحاد وزندقہ کی اشاعت کرتے رہیں اور مسلمان خاموش رہیں؟ آیا قادیانیوں کو اس کی اجازت ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نعوذ باللہ! حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل وبرتر کہتے رہیں اور مسلمان حق کو حق اور باطل کو باطل نہ کہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو بتلایا جائے کہ کسی ملک کے سربراہ کو یہ گوارا ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اس کا لباس پہنے اور اس کی نشست پر بیٹھ کر اپنے آپ کو ملک کا سربراہ کہے، اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے؟ اگر یہ گوارا نہیں، تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کی جانب سے آنحضرت ﷺ کے منصب نبوت ورسالت پر قبضہ کو کیونکر گوارا کیا جاسکتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے، تو ایسے بد باطن کے ایسے بدبودار کردار سے نقاب کشائی پر پابندی کا کیا معنی؟

۵...... پھر کسی تحریر وتقریر اور کتاب ورسالہ کے اشتعال انگیز اور فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی ہونے کی بڑی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس میں مخالف کو بُرا بھلا کہا جائے یا اسے گالیاں دی جائیں۔ لیکن اگر کسی کتاب ورسالہ میں کسی ایسے دریدہ دہن کی ہفوات کی تفصیلات بیان کی جائیں اور حکومت وعوام کو دعوت انصاف دیتے ہوئے کہا جائے کہ یہ شخص کس قدر گالیاں دیتا ہے؟ اس کا فیصلہ آپ کریں؟ بتلایا جائے یہ بھی اشتعال انگیزی یا فرقہ واریت ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو کیا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کو کتنا ہی گالیاں دیتا رہے۔ اس کے بزرگوںؒ، صحابہ کرامؓ، اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو بے نقط سناتا رہے مگر ارباب اقتدار اور حکومت کے سامنے اس کی شکایت یا اس کی غلاظت بھری گالیوں کی نشاندہی نہ کی جائے۔ کیونکہ اشتعال انگیزی اور فرقہ واریت کے زمرے میں نہ آجائے؟ اگر جواب

نفی میں ہے، تو " گالیاں کون دیتا ہے؟ " پر پابندی کیوں؟

۶...... کیا کسی کافر، مشرک، زندیق، ملحد، یہودی، عیسائی، ہندو یا پارسی کے اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن و سنت اور دین و ملت کے خلاف اٹھائے گئے۔ اشکالات و اعتراضات یا شبہات کا جواب دینا بھی اشتعال انگیزی یا فرقہ واریت و منافرت کہلائے گا؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو قادیانیوں کے شبہات کے جوابات پر مشتمل کتاب پر پابندی کس لئے؟ کیا اسلام پر معاندین کے ناروا شبہات اور تابڑ توڑ حملوں کے باوجود بھی مسلمان اسلام کا دفاع نہ کریں؟ کیا وہ قرآن اور صاحب قرآن پر اچھالی گئی کیچڑ کو بھی صاف نہ کریں؟ اگر جواب نفی میں ہے، تو کیا یہ نہ سمجھا جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہب اور اسلام میں کچھ صداقت ہوتی تو مسلمان اس کا جواب دیتے؟ بتلایا جائے کہ اس صورتحال میں معاندین اسلام، مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوجائیں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو ان مرتد ہونے والوں کا وبال کس پر ہوگا؟ بتلایا جائے کہ ایسی کتابوں پر پابندی لگانے والے اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں یا بدخواہ؟

۷...... حق کیا ہے اور باطل کیا؟ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟ اگر کوئی شخص دو اور دو چار کی طرح کے اس کلیہ کو سمجھانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب و افتراء اور نبوت کے جھوٹے دعوے کو قرآن و سنت، اجماع امت اور خود مرزا غلام احمد قادیانی کی تصریحات سے ثابت کرنا چاہے تو کیا یہ بھی اشتعال انگیزی ہے؟ کیا یہ بھی مذہبی منافرت اور فرقہ واریت کے زمرے میں آئے گا؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ کی کتاب "فیصلہ آپ کیجئے؟" پر پابندی کا یہی معنی نہیں کہ حکومت، بیوروکریسی اور وزارت داخلہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی تغلیط و تکذیب سے شدید تکلیف ہوئی ہے؟ اور جو شخص مدعی نبوت غلام احمد قادیانی کو باوجود جھوٹا ہونے کے سچا سمجھے، کہے یا اس کو کذاب کہنے پر خفا ہو، کیا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہوگا؟

۸...... جس طرح کوئی شخص اپنے یا اپنے اکابر اور بزرگوں کے دشمن یا ان کی توہین و تخفیف کرنے والے کے ساتھ میل جول اور تعلقات کو اپنی غیرت و حمیت کے خلاف سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ تعلقات، شادی بیاہ، رشتہ ناتا، خرید و فروخت اور کاروبار کو ناپسند کرتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص شریعت مطہرہ کی روشنی میں مرتدین، ملحدین اور زندیقین سے قطع تعلق کا حکم دے اور مسلمانوں کو اس حکم شرعی سے آگاہ کرے تو کیا ایسا شخص قابل قدر ہے؟ یا لائق نفرت؟...... اسی طرح ایسے احکام پر مشتمل دستاویز لائق اشاعت ہے یا قابل ضبطی؟ اگر ایسا شخص قابل قدر اور اس

کی مرتبہ دستاویز لائق اشاعت ہے، اور یقیناً قابل قدر اور لائق اشاعت ہے، تو حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کی کتاب ''قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ'' پر پابندی کیوں اور کس لئے؟ صرف اس لئے کہ اس سے قادیانی سورماؤں کو تکلیف ہوتی ہے یا ان کی ارتدادی تحریک پر زد پڑتی ہے؟

۹...... ایسے ہی ''قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ'' پر پابندی کا معنی یہ ہے کہ نعوذ باللہ! قادیانی جو چاہیں کہتے اور کرتے پھریں، مگر حکومت، بیوروکریسی اور وزارت داخلہ، مسلمانوں کو قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کی شکل میں اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے یا ان کو معاشی طور پر کمزور کرنے کے ادنیٰ سے ادنیٰ حق سے بھی محروم کرنا چاہتی ہے، کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ حکومت کو مسلمانوں کی جانب سے قادیانیوں کی جلی، خفی اور معمولی سے معمولی درجہ کی مخالفت و مخاصمت اور ذہنی اذیت بھی گوارا نہیں؟ جبکہ قادیانی اپنی مصنوعات کے ذریعہ جہاں مسلمانوں کے سرمایہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہاں وہ اس کے منافع میں سے دس فیصد قادیانیت کی تبلیغ اور اسلام کی مخالفت پر صرف کرتے ہیں۔ کیا قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ پر پابندی کا یہ معنی نہیں کہ حکومت مسلمانوں کے سرمایہ سے قادیانیت کی آبیاری کرنا چاہتی ہے؟ کیا ان حقائق پر مشتمل کتاب بھی لائق پابندی ہے؟

الف...... اس سب سے ہٹ کر کیا ہم جناب صدر پرویز مشرف، وزارت داخلہ اور بیوروکریسی سے پوچھ سکتے ہیں کہ قادیانی کب سے مسلمانوں کا فرقہ قرار پائے ہیں؟ کہ ان کے خلاف مرتب کی گئی کتب پر فرقہ وارانہ منافرت کے پیش نظر پابندی کے احکامات جاری کئے جارہے ہیں؟ کیا قادیانیوں کو مسلمانوں کا فرقہ قرار دینا آئین پاکستان اور دستور اسلام سے غداری نہیں؟ کیا ایسی سوچ رکھنے والے مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں؟ کیونکہ جس طرح مسلمانوں کو کافر کہنا اور سمجھنا جرم ہے۔ ٹھیک اسی طرح کسی کافر کو مسلمان سمجھنا بھی جرم اور قرآن وسنت اور آئین و دستور سے بغاوت کے مترادف ہے۔ لہٰذا جو لوگ آئین پاکستان کی رو سے غیر مسلم قرار پانے والوں کو مسلمان کہیں، وہ بھی انہیں میں سے ہیں، اور اسلام اور پاکستان میں ان کی کوئی گنجائش نہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایسے غداروں کو پاکستان اور مسلمانوں پر حکومت کرنے کا بھی کوئی حق نہیں۔

ب...... یہ تو کوئی ماہر قانون ہی بتلا سکے گا کہ جو لوگ پوری امت مسلمہ کے فیصلے، رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد، آئین پاکستان اور قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلہ کی رو سے غیر مسلم قرار پانے والوں کو مسلمانوں کا فرقہ تصور کریں اور ان کے جذبات کو پہنچنے والی ٹھیس کو مسلمانوں کے جذبات کو پہنچنے والی ٹھیس سے تعبیر کریں۔ وہ ۲۹۵-اے یا ۲۹۵-سی، کی زد میں آئیں گے یا نہیں؟ لیکن جہاں

تک ہمارا ذاتی خیال ہے ایسے لوگوں کی قادیانیوں سے بھی پہلے سرکوبی کی ضرورت ہے۔

ج...... کیا قادیانیوں کو مسلم فرقہ تصور کرتے ہوئے ان کے خلاف لکھی گئی کتب پر پابندی کے احکامات کا نوٹیفکیشن جاری کرنا، سپریم کورٹ اور پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کی توہین نہیں؟ جنہوں نے اپنے متعدد فیصلوں میں یہ ریمارکس دیئے کہ قادیانی نہ صرف غیر مسلم ہیں، بلکہ یہ کوئی مذہب ہی نہیں، بلکہ یہ ایک دہشت گرد تنظیم ہے۔

د...... کہیں قادیانیوں کے خلاف لکھی گئی کتب پر پابندی اور ان کی اشاعت و تقسیم پر گرفتاری اور گرفتار شدگان کے خلاف دہشت گردی کے کیس بنانے کے پس پردہ امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی منسوخی کا منصوبہ تو کارفرما نہیں؟ اس لئے کہ جب ایسے افراد گرفتار ہوں گے اور ان کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات قائم ہوں گے، تو امتناع قادیانیت آرڈی نینس انہیں تحفظ فراہم کرے گا۔ اس لئے لازماً یا تو اسے منسوخ کرنا ہوگا یا اس کے خلاف اسٹے آرڈر لیا جائے گا۔ جس کی بدولت امتناع قادیانیت آرڈی نینس یا تو عملی طور پر کالعدم ہو جائے گا یا کم از کم غیر موثر ہو کر رہ جائے گا۔

اس لئے ہم نہایت دل سوزی سے ارباب اقتدار، جناب صدر، وزارت داخلہ اور بیوروکریسی سے عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ اس سازش کا ادراک کریں اور اس کا سدباب کرتے ہوئے اس نوٹیفکیشن کو فوری طور پر واپس لے۔ اسی طرح ہم مسلم عوام اور نبی امی ﷺ کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے والے مسلمان وکلاء سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ قادیانیوں کے خلاف لکھی گئی ان کتب کے نوٹیفکیشن کو چیلنج کریں اور اسے کالعدم اور غیر موثر قرار دلانے میں اپنی بھرپور صلاحیتیں صرف کر کے آقائے دو عالم ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔

انشاء اللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ میں لکھی گئی کتب کے خلاف پابندی کے نوٹیفکیشن کو دین و شریعت، قرآن و سنت، آئین پاکستان اور اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی رو سے چیلنج کرے گی، اور وہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔

خدا کرے ارباب اقتدار و اختیار کو یہ بات سمجھ میں آجائے، ورنہ حالات کی خرابی کی تمام تر ذمہ داری ان پر ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین!